29/32

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۷ رجمادی الاوّل ۱۴۰۴ھ
۱۰ رفروری ۱۹۸۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ——— محمد سعید الرحمٰن علوی

حکمرانوں کے ظلم کا سبب اور اس کا علاج

بندوں کی بد اعمالی، اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا

عَنْ ابی الدّرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ تعالیٰ یَقُوْلُ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مَالِكُ الْمُلُوْكِ قُلُوْبُ الْمُلُوْكِ فِیْ یَدِیْ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا اَطَاعُوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَ مُلُوْكِهِمْ عَلَیْهِمْ بِالرَّحْمَةِ وَالرَّأْفَةِ وَاِنَّ الْعِبَادَ اِذَا عَصَوْنِیْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَهُمْ بِالسَّخْطَةِ وَالنَّقْمَةِ فَسَامُوْهُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ فَلَا تَشْغَلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالدُّعَاءِ عَلَی الْمُلُوْكِ وَلٰكِنْ اَشْغَلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالذِّكْرِ وَالتَّضَرُّعِ كَیْ اَكْفِیَكُمْ مُلُوْكَكُمْ (رواہ ابو نعیم)

مشہور صحابیٔ رسول سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں جب کسی قوم پر اس کے حکمران طبقہ کی طرف سے ظلم کی گرم بازاری ہوتی ہے تو اس کا سبب عام لوگوں کی بے راہروی، نافرمانی اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہوتی ہے۔ لیکن اگر حکمران حسن سلوک اور عدل سے کام لیتے ہیں تو اس کی وجہ عام لوگوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، اس کے احکامات کا اتّباع اور دین اسلام کا احترام ہوتا ہے۔ جب کبھی ایسی شکل پیدا ہو جائے کہ حکمران جبر و تشدد کرنا شروع کر دے تو انسانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں، اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور اپنے آپ کا محاسبہ کریں۔ اپنی اصلاح کا داعیہ لے کر اللہ رب العزت کے حضور گڑگڑائیں، معافی مانگیں اور رب العزت سے فریاد کریں نہ کہ حکمرانوں کو کوسنا شروع کر دیں ـــ

ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے دوران بارشوں کی بندش، اشیائے ضرورت کی کمیابی۔ اور حکمرانوں کے تشدد جیسے تین عذابوں کا ذکر کیا گیا۔ جن کا لوگوں کو شکار ہونا پڑتا ہے۔ ذرا حدیث کے ترجمہ پر غور فرمائیں۔

نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں نہ مالک ہے۔ میں حکمرانوں کا (بھی) مالک اور بادشاہوں کا (بھی) بادشاہ ہوں دنیا بھر کے بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں (دوسری حدیث ہے کہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی گرفت میں ہیں وہ جس طرح چاہتے ہیں پلٹا دیتے ہیں) جب میرے بندے میری طاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں تو میں ان کے حکمرانوں کے دلوں کو رحمت اور شفقت کے ساتھ ان بندوں پر متوجہ کر دیتا ہوں اور جب میرے بندے میری نافرمانی پر اتر آتے ہیں تو میں ان کے حکمرانوں کے

(باقی ۲۴ پر)

باتیں اُن کی یاد رہیں گی	حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

(قسط ۳)

محبوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی محبّت کا ثبوت

فقط تعظیم شعائر اللہ سے ملتا ہے

حاصل یہ نکلا کہ فطرت انسانی کا یہ تقاضا تھا کہ ایک ایسا مرکز بنایا جائے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا گھر تصور کر کے اس کا طواف کریں اور اس طواف کو قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ خیال کریں اور خدا تعالیٰ کا گھر ہونے کے تصوّر سے اس کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم خیال کریں اور اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کرنے کے لئے پوری پاکیزگی سے اس کا طواف کریں اور یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہونے کی عقیدت کے باعث نماز میں اسی کی طرف منہ کریں۔ اور بول و براز کے وقت اس کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کو بے ادبی سمجھیں۔ انسانوں نے انہیں فطرتی جذبات کے باعث اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو خدا پرستوں کا قبلہ مقرر کر دیا۔ اور ان کے پاکیزہ جذبات کے اظہار کے لئے اس مقام مقدس کو ان کا ملجاء اور ماویٰ تجویز فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام شعائر اللہ میں کیوں داخل ہیں

ترجمہ: اور نبی کا شعار الٰہیہ میں سے ہونا۔ پس اس کا نام رسول اس واسطے ہے کہ ان کو بادشاہوں کے ایلچیوں سے مشابہت دی گئی ہے۔ جن کو بادشاہ امر و نہی کی اطلاع دینے کے لئے رعایا کی طرف بھیجا کرتے تھے اور رسولوں کی تعظیم کرنا بھیجنے والے کی تعظیم قرار دی گئی ہے۔ پیغمبر کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی اطاعت کو واجب سمجھیں اور اس پر درود بھیجیں۔ اس سے بلند آواز سے گفتگو نہ کریں۔" (من باب تعظیم شعائر اللہ من الحجۃ اللہ البالغہ)

حاصل یہ نکلا کہ انسان کی فطرت کا تقاضا تھا کہ جس طرح دنیا کے بادشاہوں کی جانب سے ان کے احکام پہنچانے کے لئے ان کے نمائندے آتے ہیں اسی طرح شہنشاہِ حقیقی کی طرف سے بھی ان کے نمائندے آئیں۔ اور وہ اس کی مخلوق کو احکام الٰہی پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے نمائندے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اس مقدس جماعت میں سے آخری نمائندے سید المرسلین خاتم النبیّین علیہ السلام ہیں۔

نماز کیوں شعائر اللہ میں داخل ہے

ترجمہ: اور نماز کا شعائر میں سے ہونا اس واسطے ہے کہ اس سے مقصود غلاموں کے حال کے ساتھ تشبیہ دینا ہے کہ جب وہ بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہو کر درخواست اور عاجزی کرتے ہیں اور اس لئے دعا کرنے سے پہلے حمد و ثنا ضروری ہوئی اور آدمی کو ایسی ایسی ہیئتیں اختیار کرنا ضروری ہوئیں جو مناجات

کے وقت بادشاہوں کے سامنے اختیار کی جاتی ہیں یعنی ہاتھ باندھنا اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اسی طرف اشارہ ہے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے تو خدا اس کے سامنے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(من باب تعظیم شعائر اللہ من حجۃ اللہ البالغہ)

حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا بھیجا جانا خود فطرت انسانی کا تقاضا تھا کہ جب دنیا کے بادشاہوں کے بھیجے ہوئے نمائندے ان کی رعایا کے پاس ان کے احکام لے کر آتے ہیں تو پھر شہنشاہِ حقیقی کی طرف سے بھی نمائندے آنے چاہئیں ——— اور وہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔

شعائر اللہ کی تعظیم

دلوں کے تقویٰ کی دلیل ہے

ترجمہ: بات یہی ہے اور جو شخص اللہ کی نامزد چیزوں کی تعظیم کرتا ہے سو یہ دل کی پرہیزگاری ہے۔ (سورہ الحج ع ۴ پ ۱۷)

قلبی تقویٰ اور ظاہری تقویٰ

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی رح نے اپنی تفسیر روح المعانی میں تقوے کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ فرماتے ہیں :۔

ترجمہ: (قرآن مجید میں) تقویٰ کے ساتھ دلوں کی قید لگانا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تقوٰے کی دو قسمیں ہیں۔ دلوں کا تقویٰ اور اس سے مراد حقیقی اور سچا تقوٰے ہے جو سچے مومن میں ہوتا ہے۔ اور دوسری قسم (اعضاء ظاہری) کا تقویٰ ہے اور اس سے مراد جھوٹا صورت کا تقوٰی ہے جو منافق میں پایا جاتا ہے جس کے اعضاء کئی مرتبہ عاجزی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ اس کا دل (تقویٰ سے) غافل بلکہ ایک (طرح کا لہو کرنے والا ہے)

حاصل یہ نکلا کہ مومن کا شیوہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں شعائر اللہ کی سچی محبت ہو۔ اس کے بعد ظاہری اعضاء سے ان کے آداب بجا لاتے۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

دیکھا تو کیا دیکھا اور کل سنا تو کیا سنا؟ آج اندھے رہے کل بینا ہوگئے بے سود ہے، آج بہرے رہے کل سننے والے ہوگئے بے سود ہے ——— آج اپنے من پسند نظریات، معتقدات، بدعات، تحریف دین ان سب پر مچل رہے ہو کل یہی چیزیں ہلاکت کا باعث بنیں گی ——— رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بدعتی کا چہرہ نہ دیکھیں گے، اس کی شفاعت نہ کریں گے، اس کو پانی نہ پلائیں گے۔ پھر کہاں ٹھکانہ ہوگا۔ اور کہاں پناہ ملے گی؟

عزیزو! اس تفرقہ بازی، جدّت پسندی اور بدعت و تحریف کے راستہ سے بچاؤ اپنے آپ کو، بس قرآن و سنت کے ہو جاؤ، رسول اللہ علیہ السلام کی سیرت اپنانے والے بن جاؤ، اپنی خواہشات کو جھٹک کر دین والے، قرآن والے اور سنّت والے بن جاؤ۔ جب سنّت کو اپنا ؤگے تو تفرقہ بازی سے بچ جاؤ گے، جھگڑوں سے بچ جاؤگے ——— اللہ ہم پر رحم کرے، کرم کرے، سنت والا بناتے اور اختلاف اور جھگڑوں سے بچاتے۔ آمین!

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ضرورتِ قاری

تدریس القرآن اور امامت کے لئے قاری کی ضرورت ہے تعلیمی کوائف اور مطلوبہ مشاہرہ کے ساتھ درخواست بھیجی جائے۔

ناظم ادارہ خدام الاسلام آڑہ سہالہ روڈ براستہ راولپنڈی، فیڈرل ایریا
فون نمبر ۶۴۸۷۱

2423

ہفت روزہ خدام الدین لاہور



جلد ۲۹ • شمارہ ۳۲

۷ر جمادی الاوّل ۱۴۰۴ھ • ۱۰ر فروری ۱۹۸۴ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

احادیث الرسولؐ
باتیں ان کی یاد رہیں گی
صدر صاحب سے! (اداریہ)
حدیث میں حلقہ کا تذکرہ (مجلس ذکر)
دین میں فرقہ بندی (خطبہ جمعہ)
قرآن عزیز اور . . . . . وغیرہ

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ ۲/- روپے

طابع: منہاج الدین اصلاحی۔ مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبید اللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر صاحب محترم سے!

ہر کام بتدریج کیوں؟

مارشل لاء حرکت میں آیا اور اسلام آباد میں طلبہ یونینز پر پابندی لگا دی گئی۔ اس سے قبل صوبہ سرحد کے گورنر صاحب نے اپنے صوبہ میں اس طرح کا اقدام کیا تھا جس کے متعلق شنید ہے کہ "بڑوں" نے کچھ اچھا تاثر نہ لیا اور گورنر صاحب سے کہا گیا کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظرثانی کریں لیکن وہ فرمانے لگے کہ اس کی عادت نہیں ——— جو کرنا ہوتا ہے وہ سوچ کر کیا جاتا ہے اور جب کر لیا تو پھر نظرثانی کی ضرورت نہیں ہوتی؟

ہم نے اس موقعہ پر اور اس سے قبل کئی مرتبہ اس حوالہ سے لکھا کہ تعلیمی اداروں میں یہ سسٹم نامناسب ہے اس سے طلبہ بگڑ رہے ہیں اور صورت حال خراب ہو رہی ہے ——— لیکن نقارخانہ میں طوطی کی کون سنتا ہے؟

مشکل یہ ہے کہ انگریز نے اپنی آمد کے بعد فوراً تعلیمی سسٹم بدلا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کسی قوم کو "فتح" کرنے کا اصل طریقہ یہ ہے ——— لیکن ۱۹۴۷ء میں جب "آزاد" ہوتے تو ہمیں "قیادت" وہ نصیب ہوئی جس کا آزادی کی مہم میں کچھ حصّہ نہ تھا اس لئے وہ جانتی ہی نہ تھی کہ آزادی کے تقاضے کیا ہیں؟ اگر اس بات کا اسے علم ہوتا تو سب سے پہلے وہ اپنے تعلیمی سسٹم کی طرف متوجہ ہوتی لیکن اسے یہ توفیق نہ ہوئی — دو متوازی نظام اب تک موجود ہیں ——— ہر دو کے علمبرداروں میں اب نفرت کا جو حال ہے وہ افسوسناک ہے، حکومت ایک سسٹم کی بھرپور سرپرستی کر رہی ہے اور دوسرے سسٹم سے اس کا

کوئی تعلق نہیں۔ ۳۰ سال کے بعد اب "زکوٰۃ" کی مد سے دوسرے سسٹم پر نوازشات ہونے لگی ہیں جس کا انداز تعاون کا کم اور کسی "اور چیز کی چغلی" زیادہ کھاتا ہے ـــــ اگر خلوص کی بات ہوتی تو ایسا نہ ہوتا۔ زکوٰۃ کمیٹی کے ممبران اور چیئرمین سے لے کر جو حال ہے وہ معلوم ؟ پھر "جعلی مدارس" کے نام پر بہت کچھ ہو رہا ہے ـــ ان خرابیوں کے ساتھ "یونین سسٹم" ایک نظام پر مسلط ہے۔ اس نظام کے ذمہ دار اور اساتذہ کی اپنے دائروں میں کوئی حقیقت نہیں جس کالج یا یونیورسٹی میں جو یونین بر سرِ اقتدار ہے اس کا اصل چرچا ہے، وہ جس کو چاہے داخل کرائے جس کو چاہے نکلوا دے ـــــ حتیٰ کہ اساتذہ کے تبادلے اور ایسی باتیں ان کے تصرف میں ہیں ـــــ بالخصوص اسلام کے حوالہ سے جو تنظیم یا تنظیمیں مصروف عمل ہیں وہ کچھ زیادہ ہی ہاتھ دکھاتی ہیں ـــــ ؟ ہم جیسے لوگوں نے اس سسٹم سے گلو خلاصی کی بات کہی تو کسی نے نہ سنی ـــــ اب اپنے معاملات بگڑتے نظر آئے ہیں تو سرحد کے بعد اسلام آباد میں یہ بساط لپیٹ دی گئی ہے گویا سرحد کے گورنر صاحب پر جو لوگ معترض تھے اب وہ خود محسوس کرنے لگے ہیں کہ یہ کام ضروری ہے ـــــ لیکن سوال یہ ہے کہ جو کام صوبہ سرحد اور اسلام آباد میں درست اور ضروری ہے وہ دوسری جگہ کیوں ضروری نہیں ؟ کیا حکومت کو معلوم نہیں کہ یہ طلبہ تنظیمیں کس قدر نقصان کا باعث بن چکی ہیں ؟ ہر سال لڑائیاں ہوتی ہیں جس سے طلبہ کا جانی نقصان ہوتا ہے ـــــ مالی اور تعلیمی نقصان الگ ہے۔ تعلیمی اداروں کی انتظامیہ اور اساتذہ تک معطل ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ حکومت روایتی تساہل اور تدریجی پالیسی سے ہٹ کر جرأت مندانہ انداز سے کام کرے، اس کی اس تدریجی پالیسی نے ہر معاملہ تلپٹ کر دیا ہے ـــــ معاشیات کا کھاتہ بتدریج "اسلامی" بنایا جا رہا ہے۔ عدالتی سسٹم کا یہی حال ہے اور ہر معاملہ ایسے ہی ـــــ کہ قسطوں کے حساب سے کام ہو رہا ہے "مردِ مومن" ایسے نہیں ہوتے "مردِ مومن" وہ کہلاتا ہے جو بہادر ہو، شجاع ہو، دیانت کے ساتھ اقدام کرے اور ملک و قوم کی مصالح کا لحاظ کرے ـــــ اگر ایسا نہ ہوا اور یہی صورت حال رہی تو یاد رکھیں تاریخ میں آپ کا نام کامیاب نہیں ناکام لوگوں کی صف میں لکھا جائے گا ـــــ ناکام ہی پر بس نہیں ہوگی بلکہ اس سے آگے بھی بات ہو سکتی ہے جس کا اظہار آپ جیسے دانا لوگوں کے لئے ضروری نہیں کہ آپ خوب سمجھتے ہیں ؟

"ہم توقع رکھتے ہیں کہ
آپ جرأت و بسالت کے
ساتھ آگے بڑھیں گے۔
اور تاریخ میں اپنا نام
صحیح طریق سے محفوظ
کرانے کی سعی کریں گے"!

آپ کا خیر اندیش

علوی 6.2.1984

وضاحت

گزشتہ شمارہ میں حضرت گولڑویؒ سے متعلق ایک اہم مضمون شائع ہوا ہے۔ یہ ہمارے بزرگ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نقشبندی مجددی درویش ہری پور ہزارہ کا ہے ـــــ اس فروگذاشت پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

حدیث میں حلقۂ ذکر کا تذکرہ

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :

محترم حضرات و معزز خواتین!

حضرت امام مسلم قدس سرہٗ نے اپنی صحیح میں ایک روایت نقل کی ہے جس کے راوی سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے معروف صحابی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دن مسجد میں ایسے لوگوں کے پاس آئے جو حلقہ باندھے ہوئے تھے، آپ نے ان سے پوچھا کہ میاں! تم یہاں اس طرح کیوں بیٹھے ہو؟ تو ان حضرات نے کہا کہ ہم مل بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں اور اس کا ذکر کر رہے ہیں۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان سے قسم دے کر پوچھا کہ تم لوگ محض ذکر کے لئے ہی بیٹھے ہو؟ تو ان حضرات نے بھی قسم کھا کر کہا کہ جس ذاتِ پاک کے قبضہ میں ہماری جان ہے اس کی قسم ہم محض اللہ رب العزت کی یاد کے لئے بیٹھے ہیں (یعنی اس کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں)، سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان حضرات سے فرمایا کہ بھائیو! میں نے آپ سے کسی بدگمانی کی بنا پر قسم نہیں لی۔ اصل بات یہ ہے کہ جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے جس درجہ کا تعلق اور قرب اللہ تعالےٰ کے فضل سے مجھے حاصل تھا اس درجہ کے تعلق والا کوئی شخص آپؐ کی احادیث مجھ سے کم بیان کرنے والا نہیں (یعنی مجھے تعلق بھی بہت ہے لیکن غایت درجہ احتیاط کے سبب احادیث بہت کم بیان کرتا ہوں۔ تاہم اب ایک حدیث بیان کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ)۔

"ایک دن جناب محمدؐ عربی صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہٖ وسلم اپنے صحابہؓ کے پاس تشریف لائے جو حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے بعینہٖ اسی طرح اُن سے پوچھا کہ تم اس طرح یہاں کیوں جُڑے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ رب العزت کو یاد کر رہے ہیں۔ اور اس نے ہم کو جو اسلام سے نوازا ہے اور ایمان کی توفیق دے کر بے حد احسان و انعام فرمایا ہے اس پر اس کی تعریف و ثنا بیان کر رہے ہیں ـــــ حضور علیہ السلام نے قسم دے کر فرمایا کیا تم واقعی اسی لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ واقعی ہم اسی لئے بیٹھے ہیں اور یہی کچھ کر رہے ہیں اور یہ بات انہوں نے قسم کھا کر عرض کی۔ اس پر نبی کریم فداہ ارواحنا و انفسنا صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا :-

"تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے تمہارے ساتھ کسی بدگمانی کی بنا پر تم سے قسم نہیں لی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی سید الملائکہ سیدنا جبریل امین علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے ارشاد فرمایا

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

دین میں فرقہ بندی

ایسے لوگوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ ؛

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ ...... (الشوریٰ آیت ۱۳)

بزرگانِ محترم ، برادرانِ عزیز!

دین وہ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی طرف سے اپنے معصوم رسولوں کے ذریعہ بندوں کو بخشا۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر جناب نبی محترم علیہ السلام تک یہ سلسلہ رواں دواں رہا۔ ضرورت و حالات زمانہ کے تحت رب العزت شریعتوں سے سرفراز فرماتے رہے تا آنکہ ہمارے محترم آقا ، مطاع اور ہادی علیہ السلام پر دین کی تکمیل کا اعلان ہو گیا اور مژدہ سنا دیا گیا ـــــ یہی دین اسلام مطلوب ہے اسی پر عمل سے نجات ممکن ہے۔ انّ الدّین عنداللہ الاسلام، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور سورۃ آل عمران میں ہی ہے کہ اس دین کو نظرانداز کر کے جو لوگ کسی اور ضابطہ و قانون کی تلاش میں نکلیں گے وہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

دین اور شریعت

نبی کریم علیہ السلام کا ایک حکیمانہ ارشاد ہے کہ اللہ کے جملہ نبی علّاتی بھائیوں کی مانند ہیں کہ اصول سب کے یہاں یکساں ہے۔ توحید مطلوب ہے۔ شرک مردود ہے تمام انبیاء اللہ کے سچے بندے اور رسول ہیں۔ ان میں سے ایک کا انکار بھی کفر ہے۔ تمام کتابیں سچی ، ان میں سے ایک کو بھی جھٹلانا کفر، نماز ، روزہ ، قربانی ، زکوٰۃ سب مذاہب میں موجود ، سچ ، دیانت ، ایفاء عہد ، والدین سے حسن سلوک " پڑوسی ، یتیم ، مسکین وغیرہ سے اچھا برتاؤ وغیرہ سب باتیں ایسی ہیں جو کل بھی تھیں ، آج بھی ہیں۔ تاہم تفصیلات میں کمی بیشی ممکن ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر نبی کی امت پر رمضان کے روزے ہوں۔ ضروری نہیں کہ ہر نبی کے صاحب استطاعت امتی پر سال کی عمر کے بکرے کی قربانی لازم ہو۔ ضروری نہیں کہ ہر امّت کی نماز کا طریق یہی ہو ـــ اسی کو حضور علیہ السلام نے اس سے تعبیر فرمایا کہ ہم علاتی بھائی ہیں بنیادی اصول یکساں ، آگے تفصیلات میں فرق ـــــ لیکن اس فرق سے اور اس کمی بیشی سے نفس دین پر کوئی اثر نہیں پڑتا ـــــ یہ تو ایسا ہی ہے کہ ۲ سال کے بچہ کی ضروریات اور ہوتی ہیں ۱۰ سال والے کی اور ، بالغ ہو جائے تو کچھ اور ، اور بڑھاپے میں بالکل الگ ـــ تاہم یہ طے ہے کہ جیسا کہ عرض کیا کہ اصول سب

(باقی ۲۴ پر)

جگہ یکساں تھے۔ سورۃ شوریٰ کی یہ آیت اس سلسلہ میں بنیادی رہنمائی کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ اگلے پچھلے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ اصولوں کے پابند تھے تم بھی ان کی پابندی کرو اور دین میں تفرقہ نہ ڈالو ـــــ اگلی بات سے قبل ذرا ترجمہ دیکھ لیں :

" اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمدؐ!) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو (دین اسلام اور توحید) وہ ان کو دشوار گذرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ اور منتخب کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف راستہ دکھا دیتا ہے۔

پھوٹ اور تفرقہ

دیکھئے اس آیت کریمہ میں صاف صاف بتایا کہ جو حکم نوح علیہ السلام کو تھا وہی ابراہیم ، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو تھا اور وہی اے محمدؐ ! (علیک السلام) آپ کی طرف وحی کیا گیا۔ ضرورت اس کو قائم کرنے ، تھام رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی ہے نہ کہ پھوٹ ڈالنے کی۔ جہاں تک پھوٹ اور تفرقہ کا تعلق ہے ، وہ مسلمانوں کا نہیں ان کے مخالفین کا شیوہ ہے۔ ایسے لوگ ناکام و نامراد ہیں ، اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے اور وہ عذاب کے مستحق ہیں ـــــ صحیفہ فطرت پر غور فرمائیں ، چند آیات کا مفہوم ملاحظہ فرمائیں ـــــ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۰۵ میں ہے ،

" اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے (ٹکڑوں میں بٹ گئے) اور احکام بیّن (اور واضح) آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے (ان کا انجام) یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا سخت عذاب ہوگا۔"

اس آیت سے قبل کی آیات میں اللہ تعالیٰ سے کماحقہ ڈرنے کا حکم ہے اور اس بات کی تلقین ہے کہ مرو تو مسلمان ہو کر ـــــ اور ظاہر ہے کہ جو اس سے ڈرنے کا حق ادا کرتا ہے اس کی بندہ پروری ایمان کی موت نصیب کر دیتی ہے۔ امام الانبیاء علیہ السلام کا ارشاد ہے " جیسے زندگی گذارو گے ویسی موت آئے گی اور جیسی موت آئے گی اسی طرح قیامت کی صبح اٹھائے جاؤ گے " بعد ازاں اعتصام بحبل اللہ کا حکم ہے۔ اور ٹکڑیوں میں بٹ جانے سے منع کیا گیا اور فرمایا گیا کہ اختلاف و انشقاق کی نحوست کے سبب تم بالکل جہنم کے کنارے آ لگے تھے رب محمدؐ (علیہ السلام) نے کرم کیا ، انعام سے نوازا اور سرفرازی یوں بخشی کہ اس سے تمہیں بچا لیا۔ اب جب ایک بار اس نے ظلمات کی جگہ نور اور روشنی عطا فرمائی۔ اور گمراہی سے نکال لایا تو اب بار دگر اختلاف و خلاف کا راستہ اور وہی گروہ بندی ، وہی دین میں تفرقہ بازی کا دھندا کرو گے تو کتنا بڑا المیہ ہوگا۔ اور جب ایسا ہوگا تو پھر امید رکھو کہ تمہیں اس دنیا میں یا آنے والی دنیا میں سکون نصیب ہو۔ آنے والی دنیا کا یہاں فیصلہ سنا دیا کہ " عذاب عظیم " تمہارا منتظر ہے اور اس دنیا کا فیصلہ سورۃ انفال میں ہے۔ جہاں ارشاد ہے کہ نزاع اور جھگڑے سے بچو ورنہ کمزور ہو جاؤ گے تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا ـــــ بھائی خلاف و اختلاف تو ایسی

چیز ہے کہ مخلصین میں یہ بات ہو جائے تب بھی وقتی نقصان ہوتا ہے حالانکہ ان کا اختلاف نیک نیتی پر مبنی ہوتا ہے، دیکھو احد کی گھاٹی پر کھڑے کئے جانے والے پچاس کے پچاس صحابی تھے۔ نیّت سب کی صحیح تھی لیکن جب اختلاف ہوا اور کچھ گھاٹی پر رہ گئے، کچھ ہٹ گئے تو کتنا نقصان ہوا؟ جنگ جمل اور جنگ صفین ہمارے سامنے ہیں ایک طرف سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں دوسری طرف حضرت ام المومنین سیّدتنا عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کی نیتّوں کے اخلاص میں شبہ نہیں، سب مجتہد تھے، سب کے مقاصد صحیح تھے۔ لیکن نقصان تو ہوا اور بڑا شدید! ــ اس لئے اختلاف سے بچو ــــ اختلاف سے معاملہ مخالفت پر آ جاتے۔ جہاں ہٹ دھرمی، ضد اور عناد ہو تو پھر توبہ بھلی۔

سورۃ الانعام کی آیت ۱۵۹ میں اللہ تعالیٰ کس طرح جلال کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

"جن لوگوں نے دین میں (بہت سے) راستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے اُن سے تم کو کچھ کام نہیں، اُن کا کام خدا کے حوالے، پھر جو جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ ان کو سب بتائے گا۔"

کتنی بدنصیبی ہے کہ اس اختلاف و انشقاق کے سبب اللہ تعالےٰ کے نبی کی معیت سے محرومی ہو جاتی ہے ــــ بھائی نبی کا راستہ تو ایک ہے اس لئے حکم ہے کہ "سنّت کو لازم پکڑ لو اس لئے کہ سنّت اطاعت و فرمانبرداری کا راستہ دکھاتی ہے اور بدعت سے بچ جاؤ کہ وہ معصیت اور گمراہی کے گڑھوں میں دھکیلتی ہے"۔ تو نبی کا راستہ تو ایک ہے، اس پر چلنے میں کامیابی ہے اور اس سے انحراف، اس سے اِدھر اُدھر ہونا نامرادی ـ نبی کی معیت سے محرومی اور خسران کا باعث ہے۔

کل حزب بما لدیھم فرحون

سورۂ روم کی چند آیات پر غور فرمائیں:۔

"تم ایک طرف سے ہو کر دین پر سیدھا منہ کئے چلے جاؤ اور اللہ تعالےٰ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کئے رہو) اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تغیرّ و تبدّل نہیں ہو سکتا، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر نہیں جانتے۔ اسی رب کی طرف رجوع کئے رہو، اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں نہ ہونا۔ اور نہ ان لوگوں میں ہونا اور نہ ان لوگوں میں ہونا جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور خود فرقے فرقے ہو گئے سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے"۔

حالانکہ یہ ناکامی کا راستہ ہے، کامیابی کا راستہ ہے کہ بندہ سوچے کہ میرا رُخ کدھر ہے؟ رب کی طرف ہے تو سبحان اللہ، اپنی خواہشات کی طرف ہے تو وہ گھاٹے کا سودا ہے۔ آج اس سے خوش ہوتے ہیں جو ہر ایک کے پاس ہے کل روئیں گے، اللہ تعالےٰ سے فریاد کریں گے، ربّا! ہم سے غلطی ہو گئی، اس وقت ہم اندھے تھے، بہرے تھے، اب دیکھ بھی لیا، سن بھی لیا، دنیا میں جانے کا موقعہ دے تاکہ اچھے کام کر سکیں ــــ بھائی اس وقت کوئی فریاد نہ سنی جائے گی۔ اصلاح کا وقت تو اب ہے، آنکھیں کھول کر دیکھنے اور کان کھول کر سن لینے کا موقعہ آج ہے کل

(باقی ۴ پر)

قرآن عزیز

اور

اسکی حفاظت کے عقیدہ کو چیلنج کرنے کی جسارت

محمد سعید الرحمٰن علوی کے قلم سے

مرکزی انجمن خدام القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور کے زیر اہتمام ہر سال محاضرات قرآنی کے عنوان سے چند روز لاہور میں علمی اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔ سال گذشتہ یہ اجتماعات دو مرتبہ ہوئے ــــ دوسری مرتبہ کے اجتماعات اکتوبر کی آخری تاریخوں میں ہوئے۔ بلکہ یکم نومبر کو آخری اجتماع تھا ــــ ان اجتماعات میں ہندوستان کے دو نامور عالم مولانا اخلاق حسین قاسمی مصنف محاسن موضح قرآن اور مولانا عبد الکریم پاریکھ مصنف لغات القرآن شریک ہوئے ــــ آخری روز احقر کا مقالہ ہوا جو افادۂ عام کے لئے پیش خدمت ہے ــــ یاد رہے کہ یہ محاضرات ٹاؤن ہال لاہور میں منعقد ہوئے ــــ ہر روز اہل علم کا بے نظیر اجتماع ہوتا جو کئی گھنٹے پورے سکون سے استفادہ کرتا۔ علوی

قرآن عزیز اپنا تعارف کراتے ہوئے خود کہتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ۔

(الشعراء ۱۹۲ تا ۱۹۶)

یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے۔ اس کو آپ کے قلب پر ایک امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں ـ وہ فرشتہ اس قرآن کو صاف اور واضح عربی زبان میں لے کر آیا ہے اور بلاشبہ اس قرآن کا ذکر امم سابقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ (مولانا احمد سعید دہلوی ؒ)

اور حضور نبی مکرم قائدنا الاعظم الاکرم محمد عربی فداہ رواحنا و انفسنا ارشاد فرماتے ہیں کہ:

کہ یہ قرآن حبل اللہ المتین ہے ذکر حکیم ہے اور صراط مستقیم ہے۔ (ترمذی)

واقفان حال خوب جانتے ہیں کہ یہ قرآن ایک لمبے عرصہ میں تدریجاً نازل ہوا۔ علامہ فرید وجدی کہتے ہیں۔

کہ یہ وہ کتاب ہے جو محمد رسول اللہ پر نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے یہ آخری آسمانی کتاب ہے متفرق طور پر نازل ہوئی ــــ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے اس کی حفاظت کا خود وعدہ فرمایا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

(دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۶۶۶)

دشمنانِ اسلام و رسالت کا دیگر اعتراضات کے ساتھ ساتھ ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ یہ قرآن اس رسول پر یکبارگی کیوں نازل نہ ہوا؟ ان کے اس اعتراض کو سورۂ فرقان آیت ۳۲ میں ذکر کر کے اس کا جواب دیا گیا۔

اور کافر یوں کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ جواب ہے کہ "یہ اس طرح آہستہ آہستہ نازل کیا گیا تاکہ ہم اس قرآن کے ذریعہ آپ کے دل کو قوی رکھیں اور

لئے ہم نے اس قرآن کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اتارا ہے۔

(سبحان الہند مولانا احمد سعیدؒ)

علمائے بقول یہ اعتراض کر کے کافر یہ شبہ پیدا کرنا چاہتے تھے کہ تھوڑا تھوڑا قرآن نبی علیہ السلام سوچ سوچ کر بنا لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تدریجی نزول کی جو وجوہات بیان کیں ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ:

تھوڑے تھوڑے حصہ کو یاد کر لینا اور لکھ لینا سہل ہے، پھر کفار نے جب کوئی اعتراض کیا فوراً اس کا جواب اتار کر نبی علیہ السلام کے قلب کو تقویت پہنچائی گئی۔

حضور نبی کریم علیہ السلام پر جب وحی آتی تو ایک تو آپ حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ پڑھ پڑھ کر اپنے سینہ میں اسے محفوظ فرما لیتے دوسرے کسی لکھنے والے سے لکھوا لیتے۔ جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ پڑھنا اور وہ بھی بعجلت تمام تا کہ کوئی لفظ چھوٹ نہ جائے اور رہ نہ جائے، اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس خدشہ کو بین السطور ذکر فرما کر ارشاد فرمایا:

اے پیغمبر آپ نزول قرآن کے وقت اس غرض سے کہ آپ اس قرآن کو جلدی جلدی حاصل کریں اپنی زبان کو قرآن کے ساتھ حرکت نہ دیا کیجئے اس قرآن کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے سو جب ہم (یعنی ہمارا فرشتہ) اس کو پڑھنے لگے تو آپ توجہ کے ساتھ اس کی قرأت کے تابع رہئے۔ پھر اس کے مطالب کو واضح کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

(سبحان الہند مولانا احمد سعیدؒ)

(القیامہ ۱۶ تا ۱۹)

حفاظت قرآن کا یہ پہلا اور ابتدائی انتظام تھا جسے خود اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا اور گویا تمام تر اپنی ذمہ داری بتلائی۔ کتابت وحی کے ضمن میں حضرات محققین علماء نے متعدد نام گنوائے ہیں جو یہ فرض سر انجام دیتے۔ علامہ فرید وجدیؒ دائرۃ المعارف میں حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زبیر بن العوام، خالد اور ابان ابناء سعید بن العاص علاء حضرمی اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء ذکر کر کے کہتے ہیں وغیرہم وہم کثیرون۔

(ص ۶۶۶ ج ۷)

اور وہ اس بات کی بھی تصریح کرتے ہیں کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور علیہ السلام کو یہ بھی بتلا اور سکھلا دیتے کہ اس آیت کو فلاں موقعہ پر اور اس سورۃ کو فلاح موقعہ پر درج کر دیں۔ (ایضاً)

کاتبان وحی کے متعلق علماء نے لکھا ہے وکان ھولاء الکتاب من خیرۃ الصحابۃ۔

(دائرۃ المعارف جامعہ پنجاب ص ۳۴۶ ج ۱/۱۶)

علامہ فرید وجدیؒ نے جو نام گنوائے ہیں ان کے ساتھ ساتھ جامعہ پنجاب کے دائرۃ المعارف میں امیر معاویہ، خالد بن ولید، زید بن ثابت، ثابت بن قیس، ارقم بن ابی ارقم، حنظلہ ابن ربیع اور ابو رافع قبطی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ناموں کا اضافہ ہے۔ (ص ۳۴۶ ج ۱/۱۶)

اور علماء نے اس کی بھی تصریح کی کہ اس جمع و ترتیب کے مطابق حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو الدرداء وغیرہ حضرات نے از خود بھی جمع کا اہتمام کیا تھا گویا اپنے لئے الگ سے نسخے بھی تیار کر لئے تھے اور حفظ کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں ان گنت حضرات کے نام شامل ہیں۔ (ص ۳۴۶ ج ۱/۱۶)

فن تحریر و کتابت کا جہاں تک تعلق ہے ظہور اسلام کے ساتھ ہی حجاز میں قدرتی طور پر اس کا رواج پڑ گیا اور اسے حسن اتفاق کہنا چاہئے کہ جو حضرات اس فن کے ماہرین تھے انہیں صحبت نبوی میں بھی امتیازی مقام حاصل تھا۔ اس ضمن میں جن اکابر کے نام لئے جاتے ہیں ان میں حضرت عمر و علی کے ساتھ حضرت ابو سفیان بن حرب، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، یزید بن ابی سفیان، طلحہ بن عبد اللہ، عثمان بن سعید، حاطب بن عمرو، حویطب بن عبد العزی، جہم بن صلت، علاء حضرمی، ابو سلمہ بن عبد الاشہل، ابن سعد بن ابی سرح وغیرہ کے اسماء گرامی، قریب قریب اس فن کی ہر کتاب میں موجود ہیں قرآن مجید کی حفاظت کے جو قدرتی اسباب اس طرح فراہم ہوتے چلے گئے ان کا نتیجہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام کے

سانحہ ارتحال تک ہزاروں حفاظ کے ساتھ ایسے حضرات بھی معقول تعداد میں تھے جنہوں نے اس صحیفۂ مقدسہ کی جمع کا انتظام کیا تھا۔

حفاظت قرآن کے مسئلہ پر جن علماء نے خود قرآن کی روشنی میں گفتگو کی ہے انہوں نے کتابت اور جمع صدور کی دو قسمیں ذکر کی ہیں۔ جمع صدور کے ضمن میں ایک تو وہی آیات ہیں جو القیامہ کے حوالہ سے پہلے ذکر ہو چکیں۔ العنکبوت کی آیت ۴۹ بھی اس ضمن میں آتی ہے جس میں ہے:

یہ قرآن روشن اور واضح آیات کا مجموعہ ہے جو اصحاب علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔

کتابت کے معاملہ میں سورۂ طور کی آیات ۲-۳ پر غور کریں جہاں ارشاد ہے:

یہ کتاب کشادہ اوراق میں لکھی ہوئی ہے۔

اس میں "رق منشور" کا لفظ ہے "رق" عربی میں پوستِ آہو اور ہر اس باریک کھال کو کہا جاتا ہے جسے بطور کاغذ استعمال کیا جاتا ہے۔

صاحب قاموس لکھتے ہیں:

رق، جِلْدٌ رَقِیْقٌ یُکْتَبُ عَلَیْہِ

اور لسان العرب میں ہے:

مَا یُکْتَبُ فِیْہِ وَھُوَ جِلْدٌ رَقِیْقٌ

اس قسم کی کتابت کی تائید فتح الباری کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں عمارۃ بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سے پہلے اول اول قرآن مجید قطعات ادیم یعنی چمڑے کے ٹکڑوں پر ضبط تحریر میں لایا جاتا تھا۔

سورۂ عبس کی آیات ۱۱ تا ۱۶ میں بھی اس کتابت کا ذکر ہے جہاں ارشاد ہے بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ اس سے بعض حضرات فرشتے مراد لیتے ہیں تو اہل تحقیق کی ایک جماعت وہ صحابہ مراد لیتی ہے جو کتابت کا فرض انجام دیتے۔

اگر آپ حدیث کی روشنی میں صدر اول میں کتابت اور اس حفاظتی کام کا جائزہ لیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول اسلام سے ذرا پہلے اپنے بہنوئی اور بہن سے کہا:

مجھے وہ کتاب دکھاؤ جو تمہارے پاس موجود ہے تا کہ میں بھی اسے پڑھوں۔

اور سنن ترمذی باب صلاۃ میں ہے:

کہ آپ پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کسی کاتب کو بلاتے اور نہ صرف لکھنے کا حکم دیتے بلکہ ترتیب کے لحاظ سے اس کا محل اور مقام بھی بتلاتے کہ ضع ھذہ الآیۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا۔

البرہان فی علوم القرآن زرکشی ص ۲۳۸ ج ۱ میں ہے۔

کہ کتابت قرآن نئی چیز نہیں خود حضور علیہ السلام اس کا حکم دیتے۔

اور حضور علیہ السلام کے دور آخر کے متعلق بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے۔

یُعْرَضُ القُراٰن علی النبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم کل عام مرۃ فعُرِضَ علیہ مرتین فی العام الذی قبض۔

کہ ہر سال تو ایک بار حضور علیہ السلام کو قرآن سنایا جاتا، سال وفات میں دو بار سنایا گیا۔

اور مسند امام احمد اور فتح الباری میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جس قرأت و انداز پر لوگوں کو جمع کیا وہ وہی تھا جس کے مطابق سال وفات میں حضور علیہ السلام کو سنایا گیا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صحیح ترین روایت مسند احمد اور نسائی میں ہے کہ میں نے عہد رسالت میں پورا قرآن مجید جمع کیا تھا۔

اس روایت کے ساتھ ساتھ الاتقان ص ۱۰۸ ج ۱ روایت حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ البرہان فی علوم القرآن ص ۴۶۲ ج ۱ روایت اوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۴۶۳ ج ۱ روایت حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ ایسی متعدد روایات ہیں جن میں دور نبوی میں صحابہ کرام کی کاوشوں سے جمع قرآن اور تیاری مصحف کا ثبوت ملتا ہے۔

(من شاء فلیراجع)

جن حضرات گرامی نے عہد نبوی میں جمع قرآن کے معاملہ میں بے پناہ کاوش کی ان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

کا نام سرفہرست ہے۔ اور قرآن سیکھنے کے معاملہ میں حضور علیہ السلام نے جن لوگوں کی طرف بطور خاص توجہ دلائی ان میں آپ کا اسم گرامی سب سے پہلے تھا۔ انہوں نے جو کتابت اپنے لئے کی وہ انتہائی سادہ تھی کسی قسم کا نقش نگار یا ایسی بات اس میں نہ تھی۔

اور صاحب کنزالعمال نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور سعادت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے قرآن سونے چاندی سے مزین کئے تو انہی ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور بالکل سچ کہ

اذا حُلّیتم مصاحفکم فعلیکم الدمار۔

یعنی اب تم لوگوں نے اپنے قرآنوں کو مطلّٰی اور محلّٰی کیا ہے اب تمہاری ہلاکت کا وقت آگیا ہے۔

گویا یہ تازیانہ عبرت ہے ان لوگوں کے لئے جو منوں کے وزن سے قرآن کی کتابت کا ڈھنڈورا پیٹ کر اس پر لاکھوں کا سونا چاندی خرچ کرکے قد آور بننے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اور یہ نہیں سوچتے کہ نزول قرآن کا مقصد کچھ اور ہے؟ اس کی سجاوٹ نہیں۔

بہرحال حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہم جیسے حضرات تو وہ ہیں جن کا تذکرہ بطور جامع قرآن خود عہد نبوی میں تواتر کے ساتھ موجود ہے جبکہ

ان کے علاوہ ان گنت نام اس معاملہ میں موجود ہیں۔ جن میں سبعہ معلقہ کے ایک شاعر لبید بن ربیعہ العامری بھی ہیں جنہوں نے شاعری ترک کرکے کتابت قرآن مجید شروع کر دی۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یہ بے ربط تحریر ان خدشات و شبہات کے ازالہ کے لئے کافی ہے جن کا تعلق اس سے ہے کہ عہد نبوی میں ایسا کوئی کام نہیں ہوا۔ یہ دوسرے لوگوں کی ایجاد و اختراع ہے ـــــ یہ شبہات کون لوگ پیدا کرتے ہیں؟ اس کا ذکر میں آئندہ چل کر کروں گا اور بتاؤں گا کہ وہ ایسا آخر کیوں کہتے اور کرتے ہیں؟

اس تفصیل کے بعد قدرتی طور پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب زمانہ رسالت میں جمع و کتابت قرآن کے اتنے مراحل طے ہوئے تو پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا کارنامہ ہے کہ اس معاملہ میں ان کا نام بڑے زور سے لیا جاتا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سن لیں کہ ان کے جو فضائل و کمالات ہیں وہ پوری اسلامی تاریخ میں کسی فرد بشر کو نصیب نہیں ہوئے۔

جب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ ان کے احسانات کا بدلہ چکائے بغیر میں جا رہا ہوں تو پھر ان کے مقام کا کیا ٹھکانہ؟ ہمارے بہت سے مورخین اور اہل قلم نے اکابرین اسلام

بالخصوص خلفاء و امراء کے ضمن میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی اہمیت دی ہے گو کہ یہ بات غلط بھی نہیں لیکن بقول مولانا سعید احمد اکبر آبادی:

حق یہ ہے کہ اگر خلیفہ اول پورے عرب کو ایک اسلام کے عَلَم کے نیچے جمع نہ کر دیتے تو حضرت عمرؓ نے جو کارنامے سرانجام دئے ان کے لئے راہ ہموار نہ ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لقد قُمنا بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم مقاماً کدنا نھلك فیہ لولا ان اللہ منّ علینا بابی بکر۔

۲ سال سے کچھ اوپر کا دَور حکومت، اس میں ارتدادی اور باقی مختلف النوع فتنے جس کثرت سے ظہور پذیر ہوئے ان سے کوئی انسان صرف نظر نہیں کر سکتا۔

ان کے دَور خلافت میں ان کی مجتہدانہ بصیرت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فَمَا ھُوَ اِلا ان رایت اللہ قد شرح صدر ابی بکر۔

میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا سینہ کھول دیا تھا۔

اور حضرت عمرؓ ہی فرماتے ہیں:

رحم اللہ ابابکر ھو کان اعلم منی بالرجال۔

وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس ہیں۔

اور ازالۃ الخفا کی روایت میں ہے کہ صحابہ فرماتے ھُوَ اَعْلَمُنَا برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تو حضرت صدیق اکبرؓ کو دراصل یمامہ کی جنگ کے بعد حضرت عمرؓ سمیت بہت سے حضرات نے جمع قرآن کی طرف توجہ دلائی جس کا سبب یہ تھا کہ اس جنگ میں بڑی تعداد میں حفاظ شہید ہوئے۔ کتابت کا کام ضرور ہوا تھا لیکن محدود پیمانے پر، حضرت عمرؓ سوچتے کہ اس طرح ہمارے افراد شہید ہوتے رہے تو کیا بنے گا؟ انہوں نے جب عرض کیا تو حضرت ابوبکرؓ فرماتے کہ یہ کام میں کیسے کروں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔

بہرحال حضرت عمرؓ کے بار بار اصرار سے حضرت ابوبکرؓ کو شرح صدر ہو گیا اور یہ کام جواں ہمت، جواں سال اور کاتب وحی حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سپرد ہوا جنہوں نے کمال درجہ محنت شاقہ سے متفرق اجزاء کو بین الدفتین جمع کر دیا ـــ رہ گئے حضرت عثمانؓ تو اب وہ دَور تھا کہ اسلامی ریاست دُور دُور تک پھیل چکی تھی بلاد عجم میں سے کتنے ممالک تھے جہاں اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا اور ان گنت عجمی اقوام مسلمان ہو گئی تھیں۔

صحابہ علیہم الرضوان اور اہل عرب "سبعۃ احرف" کے مطابق قرآن پڑھتے

یعنی قریش، بنو سعد، بنو ھذیل، بنو ربیعہ، بنو ہوازن، بنو ازد اور بنو تمیم کی بغاوت کے مطابق۔ یہ عرب کے معروف قبیلے تھے ان کے اسلوب و لہجہ اور اس نوع کے اختلاف کے باوصف اصل بات میں فرق نہ ہوتا لیکن اب حالات ایسے تھے کہ اگر ایک ہی لغت کا اہتمام نہ ہوتا تو بگاڑ پیدا ہوتا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصحف صدیقی کے نسخے تیار کرکے مکہ مکرمہ، شام، کوفہ، بصرہ اور مدینہ منورہ کے مرکزی مقامات پر نقول ارسال کر دیں ان میں سے ہر نقل کو مصحف امام کہا جاتا۔

(البرہان ج ۱ ص ۲۳۹)

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے کارنامہ ہائے حیات کے اس فرق کو سمجھ لینے کے بعد آپ حضرات یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ چونکہ اصل محافظ اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اس لئے ایسے عجیب و غریب واقعات سامنے آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے ـــ مثلاً بنو امیہ کے دَور میں اعراب وغیرہ کا اہتمام ـــ حالانکہ لوگ ہیں کہ تاریخی روایات کے سہارے اس سنہری دَور کے متعلق جو منہ میں آتا ہے کہہ گذرتے ہیں اور پھر میں نے اپنے دو مختلف بزرگوں سے ایک واقعہ سنا جس میں واقعہ کی نوعیت تو ایک ہے افراد مختلف ہیں، واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ میں اہل انطاکیہ نے ان مقربین

بارگاہ الست کی مہمانی سے منہ موڑ لیا جس کا قرآن میں ذکر ہے فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمَا ـــــ مولانا اخلاق حسین قاسمی[1] اس کا تعلق حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بتاتے ہیں تو مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ حجاج بن یوسف سے، کہ اہل انطاکیہ نے ہر طرح کی کوشش کر ڈالی کہ یہ ابَو، اتَوا بن جائے لیکن ان کا بس نہ چلا۔ حضرت علیؓ کی بات ہے تب تو خیر مسئلہ واضح ہے لیکن حجاج جیسے شخص جس کے جرائم کی فہرست ہر شخص مزے سے تیار کرتا اور اس کی جملہ خوبیوں کو بھول جاتا ہے، اس کے معاملہ میں یہ قصہ واقعی حفاظت خداوندی کا شاہکار ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ واقعہ اسی سے متعلق ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ازالۃ الخفاء حصہ دوم ص ۵ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملہ میں لکھا ہے:

یہی قرآن در مصاحف ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد وانا لہٗ لحافظون منطبق ہوتا ہے اور جس کی بشارت ان علینا جمعہ وقرآنہ میں موجود ہے۔

شاہ صاحب جیسے جلیل المرتبت انسان نے بالکل صحیح لکھا رہتی دنیا تک صدیقی احسان امت پر رہے گا لیکن حضرت صدیق کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ایسے ایسے مظاہر سامنے آئے کہ سبحان اللہ۔ حجاج کا واقعہ اسی قبیل

[1] دہلی کے مدرسہ شاہ ولی اللہؒ کے مہتمم، محاسن موضح قرآن نامی عظیم علمی و تحقیقی کتاب کے مصنف ـــ یہ کتاب ذوالنورین اکادمی بھیرہ، ضلع سرگودھا نے چھاپ دی ہے۔

کا ہے۔

اور پھر یہ بات مسلّم ہے کہ تاریخ میں مدعیانِ اسلام میں صرف دو طبقات ایسے گذرے ہیں یا موجود ہیں جنہوں نے قرآن مجید کے متعلق ان مسلسل ومتواتر اعتقادات کو چیلنج کیا۔ معتزلہ اور روافض۔ معتزلہ غالباً اِس وقت اُس حیثیت میں دنیا میں کہیں موجود نہیں ان کا المیہ یہ تھا کہ یہ عقلیات کا ایسی بُری طرح شکار ہوئے کہ اپنی محدود عقل کے خول سے نکلنا گوارا نہ کیا۔

اس عقلیت پسندی نے انہیں اس بات پر اکسایا کہ قرآن کلام نہیں مخلوق ہے ـــ اس کی تفصیل کا وقت نہیں اور پھر اس فرق کو سمجھنا سمجھانا علماء کا کام ہے لیکن میں عرض کروں کہ انہیں کتاب مقدس کے متعلق یہ یقین تھا کہ یہ کتاب جامع ہے، مکمل ہے، اسی اصل شکل پر موجود ہے، بعض اس معاملہ میں وہ الجھے اور یہ الجھاؤ عباسی خلفاء کے سبب زیادہ ہو گیا ـــ عباسی دور سے قبل اموی دَور کے آخر میں یہ مسئلہ ایرانی نژاد سرگرم مبلغ معبد کے توسل سے اٹھا جسے ہشام بن عبدالملک نے قتل کرا دیا۔

(البدایہ ص۳۵ ج۹)

اور اسی کے ایرانی شاگرد جہم بن صفوان نے پھر اس عقید کو اور پھیلایا جو اس بدعقیدگی کے سبب ۱۲۸ھ میں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

(حیات احمد بن حنبل ص۱۳۹ لابی زہرہ)

اس کے بعد جہم بن صفوان کا ایک عقیدت مند بشر بن غیاث مریسی سامنے آتا ہے جس نے اس عقیدہ کی شد و مد سے تبلیغ شروع کر دی۔ ہارون الرشید نے کہا تھا کہ بشر مجھے مل جائے تو میں اسے ہاتھوں سے اسے قتل کروں گا۔

(لسان المیزان ص۳۰ ج۲)

بدقسمتی یہ ہوئی کہ معتزلہ کو ہارون الرشید کے زمانہ تک تو کسی قسم کی سرکاری سرپرستی حاصل نہ ہو سکی، گو کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس میں بھی خلق قرآن کے جراثیم تھے گو وہ ان کا کھلم کھلا اظہار نہ کرتا۔ لیکن مامون الرشید نے اس طبقہ کی بھرپور سرپرستی کی۔ مامون الرشید کے ننھیال ایرانی برامکہ تھے ان کا دربار میں بے حد عمل دخل تھا بالکل اسی طرح جس طرح ہمارے یہاں نورجہاں کی وجہ سے جہانگیر کے دربار میں ایرانی روافض کا اثر چلتا تھا۔ مامون کو بے راہ کرنے میں بقول ابن کثیرؒ اسی بشر کا ہاتھ تھا۔

(البدایہ ص۲۸۱ ج۱۰)

اس کے ساتھ ہی ایک کٹر معتزلی احمد بن ابی داؤد کو قلمدان وزارت سونپ دیا گیا ان دونوں یعنی بشر اور احمد نے پھر مل کر وہ کچھ کیا کہ الامان! معتزلہ کا خیال یہ تھا کہ قدم قرآن (قرآن کا قدیم ہونا) کا خیال مسلمانوں میں عیسائیوں کی وجہ سے آیا ہے اور اس عقیدہ سے عیسائیت کو تقویت ملتی ہے اور بعض عیسائی علماء کی طرف سے ایسے مغالطے ثابت بھی ہیں کہ مثلاً قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا اور قرآن قدیم ہے تو ظاہر ہے کہ عیسیٰ بھی قدیم ہیں لیکن ان تمام چیزوں سے علماء غافل نہ تھے۔ کتاب الرد علی الجہمیہ لاحمد بن حنبلؒ، کتاب خلق افعال للامام البخاریؒ اور الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح للامام ابن تیمیہؒ اس ضمن میں انتہائی مفصل اور جاندار کتابیں ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ اور بعض دوسرے علماء نے اس عقیدہ کے فاسد اثرات سے لوگوں کو بچانے کے لئے اپنی دینی ذمہ داریاں پوری کیں ظاہر ہے کہ حکمران جو خلق قرآن کے خود مدعی بن چکے تھے انہیں یہ کب گوارا نہ تھی مامون کے دَور میں امام پر تشدد ہوا تا آنکہ مامون کا انتقال ہو گیا تو اس کے بھائی معتصم حکمران بنے اسے مامون کی نصیحت تھی کہ خلق قرآن کی دعوت پر سختی سے قائم رہے اور احمد بن ابی داؤد سے اپنا رابطہ مستحکم رکھے۔ معتصم کی بدنصیبی یہ تھی کہ وہ علم سے بالکل کورا تھا تلوار سے سارے کام نکالنا اس کا من پسند مشغلہ تھا۔ اب آپ سوچیں کہ ایسا حکمران جو تلوار کا دھنی ہو اس نے کیا حشر بپا کیا ہو گا؟ معتصم کے بعد واثق سریر آرائے سلطنت ہوا۔ امام احمد کے لئے اس نے حکم دیا۔

تمہارے پاس کسی کو آنے اور ملنے کی اجازت نہیں نیز تم اس شہر میں قیام نہیں کر سکتے جہاں ہمارا قیام ہو۔

امام احمدؒ کے علاوہ فقیہہ مصر امام

یوسف بن یحییٰؒ اسی سبب سے قید کئے گئے ان کا جیل میں انتقال ہوا۔ نعیم بن حمادؒ جیل میں راہی عدم ہوئے۔ یہی شب و روز تھے کہ یہ عقیدہ گلی و بازار کا موضوع بن گیا لوگ تمسخر کے انداز میں اس پر گفتگو کرنے لگے ایک دلچسپ مکالمہ کتابوں میں موجود ہے کہ واثق سے ایک شخص عبادہ نامی نے جو مسخرہ تھا، کہا:

امیر المومنین قرآن کے بارے میں اللہ تعالےٰ آپ کو اجر دے قرآن بے چارا اچھا ہے۔

واثق نے کہا کم بخت خاموش رہ، قرآن بھی کوئی مرنے کی چیز ہے؟

عبادہ نے کہا ہر مخلوق پر موت طاری ہوگی تو قرآن جو مخلوق ہے وہ کیسے بچے گا؟

مجھے تو افسوس ہو رہا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد لوگ تراویح کیسے پڑھیں گے؟

واثق نے ہنس کر کہا خدا تجھے غارت کرے، چپ رہ۔

دمیری نے کتاب الحیوان میں تصریح کی ہے کہ اپنے دَور آخر میں واثق نے لوگوں پر جبر کا سلسلہ بند کر دیا تھا۔ شاید اسے احساس ہو چلا تھا کہ یہ بے جان عقیدہ ہے لوگ اب اس پر مذاق کرتے ہیں اور بقول دمیری ہوا یہ کہ:

ایک شخص نے سر دربار احمد بن ابی داؤد سے کہا ایک ایسی بات جس کی طرف نہ رسول نے دعوت دی نہ اس کے خلفائے، آپ دعوت دیتے ہیں، یہ حضرات آیا اس عقیدہ سے واقف تھے یا نہ؟ اگر ان کے یہاں سرے سے یہ عقیدہ تھا ہی نہیں تو آپ نے کہا سے لیا اور تھا لیکن انہوں نے سکوت کیا تو یہ انسب یہ ہے کہ آپ سکوت کریں۔ واثق یہ سن کر اچھل پڑا اور بار بار ان الفاظ کو دہراتا حتیٰ کہ اس کے بیٹے مہتدی باللہ کی روایت ہے کہ اس نے اپنے تصورات سے رجوع کر لیا۔

(حیات الحیوان ص۸۲ ج۱ البدایہ ص۳۰۹ ج۱۰)

امام احمد بن حنبلؒ اور آپ جیسے ارباب عزیمت کا تذکرہ کرتے ہوئے بعض حضرات نے ایک سوال اٹھایا ہے کہ آپ چودہ سال تک مسلسل سختیوں کا شکار رہے تو آپ نے مصلحت و تقیہ کا رویہ کیوں اختیار نہ کیا ـــ اس کا بہت سیدھا سادا جواب ہے کہ آخر عزیمت بھی تو کسی چیز کا نام ہے؟ اگر ہر شخص مصالح کا شکار ہو جائے تو پھر دین کا اللہ حافظ، مصالح کا شکار ہونے والے بہت ہوتے ہیں، عزیمت کی راہ پر چلنے والے بہت کم، لیکن کم بالآخر مظفر و منصور ہو کر رہتے ہیں۔

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔

دوسرا طبقہ جو دعوائے اسلام کے باوصف قرآن کے معاملہ میں مخصوص نظریات کا حامل ہے وہ روافض کا ہے جنہیں عرف عام میں شیعہ کہتے ہیں۔ یہ طبقہ پہلے ہی اپنی مخصوص حکمتِ عملی کے پیش نظر ہمارے معاشرے میں اپنے عقائد و نظریات اور اعمال و افکار کا جادو جگائے رکھتا تھا لیکن حالیہ ایرانی انقلاب نے معاملہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے اور بہت سے اصحاب اغراض کے ساتھ ساتھ سادہ لوح لوگوں کی ایک بھیڑ نے بھی انہیں اسلام اور اسلامی انقلاب کا علمبردار سمجھ لیا ہے۔ خیر یہ ہمارا موضوع نہیں ہمیں بتلانا صرف یہ ہے کہ قرآن عزیز کے معاملہ میں اس طبقہ کی ایک مخصوص سوچ ہے۔ اور وہ یہ کہ:

اس کا علم صرف اور صرف پیغمبر اور ان کی اہل بیت کے پاس ہے۔

(امامیہ دینیات ص۱۸ ج۲)

اور علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں:

کہ قدیم و جدید شیعہ احباب میں ایک بھی ایسا نہیں جو قرآن میں تبدیلی، کمی بیشی اور نقص کا قائل نہ ہو۔

(الملل والنحل ص۱۸۲ ج۴)

کہنا چاہیئے کہ عقیدہ حفاظت قرآن کے برعکس اس کو نامکمل اور کمی بیشی کا شکار کتاب کہنے کا عقیدہ پوری اسلامی تاریخ میں صرف اسی طبقہ کا ہے اور کسی کا نہیں۔

ان حضرت کا پس منظر معلوم کرنے کے لئے ہجرت رسول کے بعد نفاق کی تحریک سے لے کر فتح ایران تک کا جائزہ لینا بے حد ضروری ہے اور پھر رسول کریم علیہ السلام کے ارتحال کے بعد خلافت کو بطور خاندانی وراثت حضرت علیؓ کا حق ماننے اور ان کے بعد تسلسل سے اپنے ائمہ معصومین میں اسے دائر رکھنے کی نظریاتی اور اعتقادی سوچ ان کا لازمی حصہ ہے جسے جانے بغیر بات نہیں بنتی، لیکن اس کا نہ یہ وقت ہے نہ موقعہ، اس لئے آپ صرف اتنی سی بات ذہن میں رکھیں کہ ہجرت مدینہ کے بعد اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے کے لئے کفار ومشرکین کی سازشوں سے بڑھ کر وہ سازشیں تھیں جو یہود کے اس طبقہ کے ہاتھوں اٹھیں جنہوں نے بامر مجبوری اسلام قبول کر لیا تھا۔ قبول اسلام کے اس فرضی عمل کا انہیں کوئی اجر نہ ملا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے اسفل السافلین کا انہیں مستحق گردانا۔ یہی شب و روز رہے تا آنکہ خلافت اور نبی کی مادی وراثت کے مسائل نے محبت اہل بیت کا روپ دھار کر ایک مستقل حزب اختلاف کی شکل اختیار کر لی جسے زبردست کمک فتح ایران کے بعد وہاں کے پسے ہوئے شاہی خاندان اور اس کے حواریوں سے ملی ورنہ ہرمزان کی سرپرستی میں ابولولوہ مجوسی ایرانی حضرت عمرؓ کو شہید نہ کرتا اور بابا شجاع کے نام پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کے دن اس ابولولوہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے عید کا اہتمام نہ کیا جاتا۔

واقعہ کربلا نے اس تحریک کو زیادہ منظم کر دیا اور ان حضرات نے ایک ایک بنیادی عقیدہ یعنی حفاظت قرآن، صحابہ کرام کا معیار حق ہونا وغیرہ سب پر ہاتھ صاف کرنے شروع کر دئے۔

محدث الجزائری نے تصریح کر دی کہ اصل قرآن حضرت مہدی لائیں گے اور ان کی سب سے پہلی بیعت حضور علیہ السلام کریں گے اور یہی محدث الجزائری فرماتے ہیں کہ اصل قرآن جو حضرت مہدی لائیں گے وہ حضرت علیؓ کا جمع کردہ ہے اور موجود قرآن سے کئی گنا بڑا ہے بعض حضرات نے تین گنا بڑا کی تصریح کی۔

اسی ضمن میں کتب و رسائل کی بھرمار ہے دو ہزار روایات تحریف قرآن پر شیعہ احادیث میں موجود ہیں فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب نامی کتاب سمیت درجنوں کتابیں اس عقیدہ کی غماز ہیں۔

اس حقیقت کے باوصف اس بات کا کھلا اعلان کیوں نہیں ہوتا اور اس عقیدہ کی کھلم کھلا تشہیر کیوں نہیں کی جاتی؟ اس کا سبب ذوق تقیہ ہے جو بقول "امام معصوم جعفر صادق" ہمارا اور ہمارے آباء کا دین ہے اور یہ کہ جس کا تقیہ نہیں وہ ہم میں سے نہیں۔

یہ قرآن حضور نبی مکرم رحمت دو عالم کا لازوال معجزہ ہے، اس کی محافظ خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ درجنوں کتابیں لکھنے اور دو ہزار روایات کا سرمایہ فراہم کرنے کے باوصف کسی میں حوصلہ نہیں کہ اس باطل عقیدہ کی کھلے عام تشہیر کر سکے بلکہ صاحب تفسیر مرآۃ الانوار کہتے ہیں کہ میاں ظہور مہدی تک اسی سے کام چلاؤ ورنہ گڑبڑ ہوگی۔ (ص ۳۶-۳۸) آخر کو جب تمہارے ائمہ تقیہ سے کام لے کر وقت پورا کر سکتے ہیں تو تم قرآن کے معاملہ میں ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔

بزرگان گرامی اور عزیزان ملت۔ معتزلہ نے عقلیت پرستی کا شکار ہو کر قرآن کو کلام الٰہی ماننے سے انکار کر دیا۔ اور بعض حکمرانوں نے اس کی باقاعدہ پشت پناہی کی اس کے باوجود وہ فرقہ وطبقہ جلد ہی اپنی موت آپ مر گیا اور مامون ومعتصم کے بعد واثق نے، اپنے تصورات سے دست برداری اختیار کر لی۔ لیکن شیعہ حضرات اپنی مخصوص حکمت عملی سے جب سے اب تک موجود رہے اور کتب ورسائل اور مخصوص اجتماعات کے ذریعہ اپنے عقائد کا اظہار بھی کرتے رہے لیکن کتاب الٰہی کی اصلیت اور اس کی حفاظت کے حقیقی رخ کو وہ کھلے عام چیلنج نہ کر سکے جب انہوں نے کتابی دنیا کا سہارا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے مردان کار کھڑے

کر دئے جنہوں نے دلائل سے اس عقیدہ کا بطلان واضح کر دیا ان میں ماضی قریب میں السید محب الدین الخطیب المصری اور مولانا عبدالشکور لکھنوی کے نام بہت اہم ہیں۔ السید خطیب المصری نے عرب دنیا کے علماء اور اہل دانش کو ان حقائق سے روشناس کرایا تو مولانا لکھنوی نے لکھنو جیسے چھوٹے ایران میں بیٹھ کر ارباب علم کو اس صورت حال سے مطلع کیا۔ مولانا کی تگ و دو اس طرح کام آئی کہ علامہ سید محمد انور شاہؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے اساطین ملت اس عنوان پر مستقل مبلغ بن کر خلق خدا کو اس گمراہی سے بچانے لگے — ایک بار پھر غور کریں اور ذہن میں لائیں وہ جملہ جو امام ولی اللہ الدہلویؒ نے ازالۃ الخفاء میں صدیقی دور کے متعلق لکھا کہ:

انا لہ لحافظون اور ان علینا جمعہ کا ظہور صدیق اکبرؓ کی توجہ سے اس طرح ہوا۔

تو میں عرض کروں گا کہ ایسی باتوں کا ظہور ہر دور میں تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا۔ جب اور جہاں کوئی اس طرح کا فتنہ رونما ہوا جس کے سبب قرآن کے متعلق کسی بھی صحیح رخ کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہوا تو قادر و قدیر رب کی غیرت نے ایسے لوگ پیدا کر دئے جو ایسے بد اندیش لوگوں کو انہی کی زبان میں جواب دے سکیں۔

آخر انگریزی دور کی ہماہمی کے زمانہ میں جب برطانوی دار الامراء میں قرآن زمین پر پھینک کر اس سے گلو خلاصی کی باتیں ہو رہی تھیں اور یہاں اس کے نسخے خرید کر جلا کر ان کی راکھ سمندر میں بہانے کے منصوبے تھے تو دوآبہ کے علاقہ میں ایک میاں جی کے پاس سینکڑوں بچوں کو حفظ قرآن پڑھتا دیکھ کر ہی ایک اعلیٰ انگریز افسر نے اپنی حکومت سے کہا تھا کہ جو کتاب سفینوں کے بجائے سینوں میں محفوظ ہو اور وہ بھی بچوں کے، اسے ضائع کرنے میں اپنا وقت اور دولت خرچ نہ کرو، اس کے بعد ہی تعلیم کے نام پر قرآن سے بیگانہ کرنے کی ترکیب سوچی گئی جو ایک مستقل موضوع ہے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے میں یہی کہوں گا کہ الفاظ قرآن سے لے کر ان کے معانی ومفہوم کے تحفظ اور اس سے متعلقہ دسیوں علوم پر علماء امت کی کاوشیں کہ بقول مولانا افغانی مجموعی طور پر بارہ ہزار کتابوں کا میں سراغ لگا چکا ہوں۔ جو قرآن اور قرآنی علوم پر ہیں، تو یہ سب وعدہ حفاظت ہی ہے جسے رب العزت پورا کر رہے ہیں —

سلام ہو اللہ کے ان محبوب بندوں پر جو اب ہیں یا جا چکے جنہوں نے اس کتاب کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور رب العزت ایسے لوگوں میں ہمیں بھی شامل فرمالیں تو زہے قسمت!

بقیہ : تبصرۂ کتب

ہندوستان میں وہ جہاں جہاں گئے وہاں کی شخصیات، عمارات، مدارس، مساجد پر ہی سیر حاصل گفتگو نہیں کی بلکہ جزئیات تک کو اس میں سمیٹ لیا ہے۔ اور مجموعی طور پر ہندوستان کی تہذیب و معاشرت، وہاں کی مختلف اقوام کے کوائف و حالات جمع کر دئے ہیں تاکہ عام قاری اس سے بھرپور استفادہ کر سکے۔ یہ سفرنامہ اس قابل ہے کہ اس کا ہر شخص مطالعہ کرے کہ اس کی معلومات میں اس سے بے پناہ اضافہ ہوگا۔

اقوالِ زرّیں

اس دن پر آنسو بہا جو تیری عمر میں کم ہو گیا اور اس میں نیکی نہیں کی۔

تین چیزوں کی دوستی مضر ہے نفس، زندگی اور مال۔

نیکی اسی کے نصیب میں آئی جس نے اپنی خواہشوں کو چھوڑا۔

اپنی ضرورتوں کو کم کرو گے تو راحت پاؤ گے۔

انسان کو چار چیزیں بلند کرتی ہیں۔ علم، حلم، کرم اور خوش کلامی

مرسلہ : مانی

مرسلہ: خاکپائے اکابرین احمد عبد الرحمٰن الصدیقی، مدیر مکتبہ الحکمۃ الاسلامیہ نوشہرہ صدر ضلع پشاور

شیخ الاسلامؒ کی تجہیز و تکفین کے حالات

جناب شیخ الحدیث مولانا محمّد زکریا صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی

شیخ الاسلام والمسلمین، اسیرِ فرنگ، بطلِ حریت اور محسنِ زمانہ سیدنا و مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی وفات حسرت آیات سے کون سا دل ہے جو مغموم نہیں، کون سا رُوح ہے جو مجروح نہیں، کون سا ذہن ہے جو پریشان خاطر نہیں اور کون سا جگر ہے جو پاش پاش نہیں ہوُا۔ اپنے تو درد سے تڑپے مگر دوسرے بھی اِس قومی اور ملی نقصانِ عظیم کی تاب نہ لا کر بے اختیار پکار اٹھے :-

آہ! مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

حالات گواہ ہیں کہ حضرت مدنیؒ کی وفات پر ہر فرقہ، ہر مذہب اور ہر سیاسی و سماجی پارٹی کے مقتدر لیڈروں اور پیشواؤں نے جس درد و خلوص سے حضرت اقدس کی ذات کو خراجِ عقیدت و تحسین پیش کیا ہے وہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔

ہندوستان کے باشندوں کو تو حضرتِ مدنیؒ کی سفرِ آخرت کے وقت آخری زیارت کر لینے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوئی یا کم از کم صحیح حالات تجہیز و تکفین معلوم کر لینے میں کوئی دِقت پیش نہ آئی لیکن باشندگانِ پاکستان بلاشبہ اپنی شدید مجبوریوں کے باعث ان ہر دو نعمتوں سے محروم ہی رہے۔ اب تک یہ ہر شخص کے دل کی آواز ہے کہ کاش! اس قدسی صفات ہستی کے متعلق بیماری، وفات اور تجہیز و تکفین کے ہی صحیح حالات معلوم ہو جائیں۔

ہم ذیل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مدظلہ العالی کے تین مکاتیب عالیہ نقل کرتے ہیں جو ہر اس مجروح دل کے لئے مرہم ثابت ہوتے ہیں، جو حضرت مدنیؒ کی یاد سے، اس حادثۂ فاجعہ سے مغموم و مضطر ہے۔ یہ مکاتیب حضرتؒ کی علالت، وفات اور تجہیز و تکفین پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔

یہ مکاتیبِ عالیہ شیخ العارفین حضرت مولانا الشاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمشیر زادے جناب مولانا عبد الجلیل صاحب کے نام موصول ہوئے اور ان سے حضرت مولانا السید حامد میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور نے حاصل کئے اور راقم الحروف کو ان کی نقول بغرض اشاعت عنایت فرمائیں۔

واضح رہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر پاتے ہی دیو بند پہنچ گئے اور پھر تمام آخری رسوم میں برابر کے شریک رہے۔ غسل میں بھی آپ شریک تھے اور نماز جنازہ بھی حضرت شیخ الحدیث نے خود پڑھائی۔ لہٰذا آپ سے زیادہ اور کس کی روایات ثقہ اور کون حالات مستند بہم پہنچا سکتا ہے۔

مکاتیب یہ ہیں :-

مکتوب نمبرا

عزیز گرامی قدر عافاکم اللہ!

اشفاق۔ کرشن نگر۔ لاہور

حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کی یکشنبہ کے روز سے روز افزوں صحت کے ساتھ چل رہی تھی کہ جمعرات کی شام کو دار الحدیث میں سبق کے درمیان ایک شخص نے جا کر کہا کہ دیو بند کے ٹیلیفون سے حادثۂ جانکاہ

کی خبر آئی ہے۔

معلوم ہوُا کہ اس دن طبیعت اور بھی بہتر تھی۔ دوپہر کو زنانہ مکان کے صحن میں کھانا کھانے کے لئے بلا سہارے خود ہی تشریف لے گئے۔ لیکن کھانے کے درمیان اہلیہ کو صبر علی المصائب پر نصائح فرماتے رہے۔ اس سے قبل صبح کے وقت مولوی اسعد و ارشد کو بھی اتفاق اور آپس کے بہترین تعلقات پر نصائح فرمائی تھیں۔ کھانے سے فراغ پر پون بجے کے قریب سونے کے لئے لیٹے۔ سب بے فکر تھے۔ طبیعت اس دن بہت ہی اچھی تھی۔ ایک دو مرتبہ اہلیہ نے جا کر دیکھا بھی، تو گویا آرام سے سو رہے تھے لیکن خلاف معمول جب ۲½ بجے تک نماز کے لئے خود نہ جاگے تو جگانے کے لئے اہلیہ نے ہاتھ پاؤں ہلائے، مگر نہایت بارد معلوم ہوئے فوراً مولوی اسعد کو بلایا۔ انہوں نے اوّل حکیم پھر ڈاکٹر کو بلایا۔ حکیم کے آنے کے وقت حیات کے کچھ آثار باقی تھے۔ ڈاکٹر نے آ کر غور و خوض کے بعد دیکھ کر کہا کہ "کچھ نہیں رہا"۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

شب کو ½۱۱ بجے جنازہ کی نماز اور تین بجے "تدفین عمل میں آئی۔ غسل اور تکفین میں یہ ناکارہ بھی شریک تھا۔ اس قدر انوار کی کثرت چہرہ پر تھی اور ایسا معصوم تبسم دیکھ کر رشک آتا تھا۔ حق تعالیٰ شانہ مراتبِ علیا زیادہ سے زیادہ نصیب فرمائے!

حادثہ کی خبر بجلی کی طرح معمولی دیہات میں بھی ایسی پہنچی کہ سُن کر تعجب ہوتا ہے۔ باوجود شدید سردی کے تمام رات چاروں طرف سے مجمع ٹڈی دل ٹوٹ رہا تھا۔ (دستخط حضرت مولانا)

۱۴-ج-۱۳۷۷ھ

مکتوب نمبر۲

(البقیہ از کارڈ اول)

سُنا ہے کہ منگل اور بدھ کی درمیانی شب میں مغرب کے بعد کچھ کرب زیادہ محسوس ہوُا تو کسی نے دریافت کیا کہ "کچھ تکلیف زیادہ ہو رہی ہے"؟ فرمایا کہ "اس کی بے چینی ہے کہ ساری عمر یوں ہی ضائع ہو گئی، کچھ کیا ہی نہیں۔ اب تھوڑا سا وقت باقی ہے یہ بھی یوں ہی ضائع ہو رہا ہے"۔ ایسے فقروں کو سُن کر تم ہی سوچو۔ جن نالائقوں کو کچھ کرنے کی ہوا ہی نہ لگی ہو، ان پر کیا گذرتی ہوگی؟

دستخط مولانا محمد زکریا صاحب

۱۴-ج-۱۳۷۷ھ

مکتوب نمبر۳

حضرت اقدس مدنیؒ کے بعد سے تعزیت والوں کا اسقدر ہجوم ہے کہ حد نہیں حضرت مدنیؒ کے وصال کی کیفیت تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ چہرہ پر انوار کا اسقدر شدید زور تھا کہ حیرت ہوتی تھی کفن کی سفیدی اور چہرہ کی سفیدی بالکل یکساں تھی۔ یہ کیفیت دفن تک رہی۔ تبسم کے آثار بھی بہت ہی نمایاں تھے۔ خدا کرے کہ سابقہ دونوں کارڈ پہنچ گئے ہوں۔ (دستخط حضرت مولانا) ۱۹-ج-۱۳۷۷ھ

بقیہ : مولانا تاج محمود

عبقری تھا، استقامت کا پہاڑ، شرافت و نجابت کی زندہ تصویر، غیرت و حمیت کا نشان —— تاج محمود! تم مرے نہیں زندہ ہو، تمہارا مشن زندہ ہے۔

ہم عہد کرتے ہیں تیری روح سے کہ ہم اپنا انگ انگ کٹوا کر اور خون جگر صرف کر کے اس مشن کی تکمیل کریں گے —— ربّ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ختم المرسلینی کے صدقہ تجھے بلند درجات سے نوازے، تیرے عزیز بیٹے طارق، تیری بچیوں اور تیری غمزدہ بیوی کا محافظ ہو اور ان تمام کارکنوں کو صبر و حوصلہ دے جو تیرے مشن میں تیرے ساتھ تھے —— اللّٰھم اغفرلہٗ وارحمہ

غمزدہ : علویؒ

جامع مسجد شیرانوالہ
میں
آیت کریمہ
۹ر فروری ۱۹۸۴ء
بعد نماز مغرب
دعوت عام ہے

مولانا تاج محمود

غزالاں تم تو واقف ہو، کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانا مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گذری؟

۲۰ر جنوری ۱۹۸۴ء کا سورج طلوع ہوا تو وہ اپنے جلو میں اہل پاکستان کے لئے بالعموم اور اہل فیصل آباد کے لئے بالخصوص غم و اندوہ اور حسرت و یاس کا ایسا پیغام لے کر آیا جس کی تکلیف مدتوں محسوس ہوتی رہے گی اس دن ۸½ بجے کے قریب مولانا تاج محمود دل کے درد کا شکار ہوئے اور ۱۰ بجے کے قریب لاتعداد دکھی دلوں پر مہر و محبت کی مرہم رکھنے والا دل ہار کر رہ گیا۔

اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

ہزارہ ڈویژن کے ضلع ایبٹ آباد کی تحصیل ہری پور سے مرحوم کا آبائی تعلق تھا۔ ہری پور کے مضافات میں " " نامی گاؤں ان کا آبائی مستقر تھا۔ چند ماہ کے تھے کہ والد بزرگوار مسجد کی امامت کے سلسلہ میں فیصل آباد کے ایک چک میں آئے تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ تا آنکہ ۶۵ برس کے شب و روز اسی شہر میں گذار کر وہ لاکھوں جاننے والوں اور ہزاروں عقیدت مندوں کو بلکتا، سسکتا اور روتا چھوڑ کر رخصت ہوگئے۔

اس دوانا کے مرنے پر ویرانے کی جو کیفیت تھی اس کا اظہار لفظوں میں ممکن نہیں، فیصل آباد کی گلی گلی میں ماتم تھا، امیر و غریب، چھوٹے بڑے، عالم و غیر عالم سب کی آنکھیں پُرنم تھیں اور ہر مسلک و مکتبِ فکر کے افراد اور ہر سیاسی گروہ کے ورکر اس صدمہ کو ذاتی صدمہ قرار دے رہے تھے۔

چشم فلک نے اس ترقی پذیر اور صنعتی شہر میں مولانا محمد انوری قدس سرہٗ کے بعد یہ دوسرا جنازہ دیکھا تھا جو بقول ایک مخلص دوست شاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا ——— تاج محمود کا خلوص، اس کی استقامت، جذبۂ ایثار، دین و ملّت کے لئے سچّی تڑپ، ہر ایک کے غم کو اپنا غم سمجھنے کی خُو، ہر دکھی کے زخمی دل پر مرہم رکھنے کی عادت اور ہر کسی کے ساتھ ہنسی خوشی مسکرا کر گفتگو کرنے کی ریت نے سارے ملک کو ہلکان کر دیا۔ جس نے سنا تڑپ کر رہ گیا ——— فیصل آباد نے تو اُمڈ آنا ہی تھا، راولپنڈی، ہزارہ، لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ جھنگ، سرگودھا ٹوبہ اور ساہیوال و ملتان تک کے لوگ جن میں علماء و صلحاء اور ہر قسم کے افراد تھے، بھاگم بھاگ فیصل آباد پہنچے کہ اپنے اس رفیق عزیز اور مونس و غمخوار کی آخری بار زیارت کر سکیں۔

تاج محمود ——— بظاہر گوشت پوست کے انسان تھے جیسے سبھی انسان ہوتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت ایک ایسی متاع عزیز تھے جو مدتوں بعد نصیب ہوتی اور اپنی مثال آپ ہوتی ہے ——— سنگلاخ وادیوں کا یہ باسی ایسا قلب گداز لے کر آیا تھا کہ اس سے کسی کا غم نہ دیکھا جاتا۔ محلات سے لے کر کچی بستیوں تک میں رہنے والے اس کے پاس آتے، اپنا درد و غم سناتے اور اس کا مخلصانہ

تعاون حاصل کرتے ——— یہ رقیق القلب انسان اس وقت سراپا قہر و غضب بن جاتا جب کسی فرعون بے سامان حکمران، کسی انگریز کے کاسہ لیس اور کسی قادیانی سارقِ نبوّت سے اس کا واسطہ پڑتا ——— وہ اپنی توانائیاں سمیٹتا، اسلحہ سے مسلّح ہوتا اور میدان میں آ دھمکتا۔ اس مرحلہ پر اسے اپنے ضعف و معذوری، صحت کی بگڑتی ہوئی کیفیت اور کسی بھی بات کا خیال نہ رہتا ——— وہ مرد قلندر تھا، رب کا مخلص بندہ اور محمد کریم علیہ السلام کا سچا امتی ——— اسے خوب معلوم تھا کہ موت کا وقت معین ہے، اس لئے کفر و ارتداد کے معاملہ میں نرمی کیوں؟ تب ہی تو وہ عواقب سے بے نیاز ہو کر کفر سے لڑتا اور اس طرح کہ لڑتا ہی چلا جاتا ——— اس نے اپنے اساتذہ گرامی اور اپنے رہنمایانِ گرامی سے یہی سبق سیکھا تھا۔ رحماء بینھم اور اشدّاء علی الکفّار کی وہ سچی تصویر تھا ——— اس کی رگوں میں خالدؓ و طارقؒ کا خون تھا۔ وہ محمد بن قاسمؒ کی غیرت کا نام لیوا تھا وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کے نگہبان مجدّد سرہندیؒ سے درس توحید و حریت لئے ہوئے تھا اس نے ہزارہ کے آخری کنارے بالاکوٹ میں غیرتِ اسلام کے لئے لڑ مرنے والے قافلۂ اسلام و حریت کی شجاعت کو شہامت کو اپنی زندگی میں جذب کر لیا تھا اکابرین احرار بالخصوص اور اکابرین ہند بالعموم اس کا آئیڈیل تھے۔ وہ زمانہ کے تقدّم و تأخر کا لحاظ کرتے ہوتے ابوالکلامؒ کی شیریں بیانی، حسین احمد مدنیؒ کے خلوص و ایثار، امیر شریعتؒ کی للکار اور چودھری افضل حقؒ کے فہم و تدبّر کا وارث تھا۔ قاضی احسان احمدؒ جیسی نگہ کی بلندی، محمد علی جالندھریؒ جیسا ذہن رسا، لال حسین اخترؒ کی نظر کی گہرائی اور محدّثِ بنوریؒ کے اخلاق کریمانہ اسے قدرت نے ودیعت فرمائے تھے۔ وہ قافلۂ احرار کے عزم و استقامت کی جیتی جاگتی تصویر تھا فدائیانِ ختم نبوّت کی عظیم جماعت مجلس تحفظ ختم نبوّت کا بانی رکن، اور اس کے لئے زندگی کو داؤ پر لگا دینے والا، ربوہ کی مقہور آبادی کو درس حریت سے نوازنے والا اور ملک کے طول و عرض میں قادیانی سازشوں پر گہری نظر رکھ کر ان کا بروقت اور بھرپور نوٹس لینا اس پر بس تھا ——— وہ کیا گیا کہ بہار کے دن لد گئے ——— ہم اسے چچا کہتے اور ہمیں اس کا حق تھا کہ وہ ہمارے بزرگوں کا جگری دوست تھا ——— لیکن ہم ہی نہیں ہر نوجوان اسے اسی انداز سے پکارتا ——— وہ بالخصوص نوجوانوں کے لئے سینہ وسیع رکھتا، ان کے حوصلے بڑھاتا اپنی مجبوب مسکراہٹ اور "آؤ بیٹا" کے ایک جملہ سے ان کو اپنا شیدائی بنا لیتا، پھر ان کی صلاحیتوں کو بھانپ کر انہیں اس طرح کام پر لگاتا کہ چندے بعد وہ نوجوان اسے دعائیں دیتا۔

"تاج محمود جیسے بچے مائیں روز نہیں جنتیں ——— اس نے زندگی کی مادی لذتوں سے کبھی پیار نہ کیا تھا اِنّ صلاتی و نُسکی اس کا منشورِ زندگی تھا وہ رب کے نام کی بلندی اور محمّد کی ختم المرسلینی کے لئے زندگی داؤ پر لگا چکا تھا ——— اس مقصد کے لئے چند دن قبل علماء کنونشن میں اس نے موجودہ حکمرانوں کو ان کے فرائض یاد دلاتے، لاہور کے اجلاسوں میں شرکت کی ——— ربوہ کا محاذ گرم کیا ——— اور سیالکوٹ کو چھاؤنی بنانے کا اعلان کیا۔

اس کی کس کس ادا کو یاد کریں ——— وہ عظیم تھا،

(باقی ۲۱ پر)

بقیہ : احادیث الرسولؐ

دل غصہ اور عذاب کے ساتھ ان بندوں کی طرف موڑ دیتا ہوں پھر وہ ان کو سخت تکلیفیں پہنچاتے ہیں (اس کے بعد آپ نصیحت فرماتے ہیں کہ (تم حکمرانوں کے حق میں بددعا میں مشغول نہ ہو بلکہ اپنے آپ کو میری یاد میں مشغول کر لو اور میری بارگاہ میں الحاح و زاری میں لگ جاؤ اور مشغول ہو جاؤ۔ تاکہ حکمرانوں کے عذاب سے نجات دلانے کی غرض سے میں تمہارے لئے کافی ہو جاؤں"۔

نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد بڑا واضح ہے —— ہم کہتے ہیں کہ جی فلاں نے اپنے دور میں بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ فلاں نے خلافت عثمانیہ کا قصہ ختم کر دیا، فلاں نے دلّی لوٹ لی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے سچے نبی کے ارشاد پر غور نہیں کرتے —— دلّی کے مشہور عالم نقشبندی شیخ حضرت سیّد الطائفہ الشیخ مرزا مظہر جانِ جاناں شہید قدس سرہٗ نے نادر شاہ کی طرف سے دلی کی تباہی اور لوٹ مار کے موقعہ پر ایک الہامی جملہ فرمایا۔

ع شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت —— اس لئے ضروری ہے کہ حکمرانوں کو کوسنے کے بجائے لوگ ذرا حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسِبُوْا پر عمل کریں —— کل تو سب کا محاسبہ ہونا ہے۔ آج ذرا اپنا ہی محاسبہ کریں —— اور بقول حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ بستر پر رات کو سونے سے پہلے ۲ منٹ مراقبہ کر کے دن بھر کی کمائی کا جائزہ لے لے۔ جہاں خیر نظر آئے شکریہ بجا لائے اور جہاں شر نظر آئے وہاں توبہ کر کے اصلاح کی فکر کرے کہ یہی کامیابی کا زینہ ہے۔

بقیہ : مجلسِ ذکر

اور بتلایا کہ اللہ رب العزت نہایت ہی فخر و مباہات کے ساتھ فرشتوں سے تم لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں (کہ دیکھو میرے بندے اپنے آرام و آسائش کو چھوڑ کر میرے گھر میں بیٹھ کر میرا کس طرح ذکر کر رہے ہیں)

میرے محترم دوستو اور عزیزو! یہ طویل روایت آسان مفہوم کے ساتھ میں نے آپ کے سامنے اس لئے بیان کر دی تاکہ ایک تو آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ اجتماعی طور پر حلقہ بنا کر ذکر کرنا احادیث سے ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ جن خوش بخت لوگوں کو یہ سعادت نصیب ہو جاتی ہے اللہ رب العزت ان پر راضی ہوتے اور اپنی معصوم مخلوق فرشتوں کے سامنے خوش ہو کر ان کا ذکر کرتے ہیں۔ اور بخاری و مسلم کی ایک روایت ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں اس میں بھی ارشاد ہے کہ بندہ تنہائی میں خاموشی سے مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے آپ میں تنہائی میں یاد کرتا ہوں لیکن جب وہ اجتماعی طور پر کچھ لوگوں کی موجودگی میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں ایسی جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں جو اس سے بہتر ہے (مراد اس سے فرشتے ہیں) یہ باتیں بڑی سعادت مندی کی ہیں اور بندہ کے لئے نیک فال۔ اس لئے میں اکثر عرض کرتا ہوں کہ ان اللہ کے بندوں کا شکریہ ادا کریں جنہوں نے یہ راہ دکھلایا اور اس نعمت پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں اور ہر وقت اس کو اپنی یاد میں رکھیں کہ اسی میں زندگی ہے ورنہ اس کے بغیر موت۔

رب العزت اپنی یاد کی توفیق سے نوازے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے —— مدیر

روئیداد مجاہدین ہند

مؤلف : محمد خواص خان
قیمت : -/۴۵ روپے
ملنے کا پتہ : مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ
۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

انگریزی جبر و استبداد کی پرچھائیاں جب اس خطّہ پر پڑنے لگیں اور سکھ سامراج کا ظلم اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو خاصانِ بارگاہِ الست کا ایک قافلہ دہلی سے مرتب ہو کر دور دراز کا جانکاہ سفر اختیار کر کے جہاد کے عزم سے بڑھا اس نے ایک دنیا کو متاثر کیا لیکن بندگانِ نفس کی شرارتوں کے سبب بالاکوٹ میں آکر وہ وقتی طور پر دم توڑ کر رہ گیا۔ گو کہ ۱۸۳۱ء کا یہ حادثہ بڑا جانکاہ تھا لیکن ان کے باقیات نے بعد میں مدتوں یہاں اس چراغ کو روشن رکھا اور اس طرح کہ پھر اس سے مسلسل چراغ روشن ہوتے رہے تا آں کہ انگریز کا استبداد ختم ہو گیا اور ہمیں آزادی نصیب ہو گئی —— یہ قافلۂ حریت اتنا مخلص، اتنا بہادر اور اتنا جی دار تھا کہ اپنوں اور بیگانوں نے اسے خراج عقیدت پیش کیا۔ کچھ بدباطنوں نے اس کی قربانیوں کی ناقدری کرتے ہوئے اسے مورد الزام و طعن بھی ٹھہرایا لیکن ان ارباب صدق صفا پر اس کا کچھ اثر نہ پڑا اور ان کا ایثار و قربانی مزید بکھرتی چلی گئی —— کتنے ہی مخلصین ہیں جنہوں نے ان کی سیرت و سوانح پر قلم اٹھایا اور گویا عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ بعض حضرات نے خالص تاریخی نقطہ نظر سے ان پر قلم اٹھایا اور اپنے قلم کی سچائیوں سے اس باب کو رقم کیا۔

جناب محمد خواص خان ایک سادہ منش، دیہاتی زمیندار ہیں لیکن علم کے رسیا اور کتابوں کے شیدائی۔ انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے جس میں سے کچھ چھپ چکا ہے، کچھ زیر اشاعت و طباعت ہے —— ۵۹۲ صفحات کی یہ کتاب انہی مجاہدین اسلام کے احوال پر انہوں نے مرتّب کی۔ خانصاحب اس علاقہ و خطہ کے آدمی ہیں جہاں آخری مراحل میں ان ارباب غیرت نے پرچم اسلام کی بلندی کے لئے جد و جہد کی، اس لئے اس علاقہ کے حالات و کوائف وہاں کے باشندوں، سید صاحب کے ساتھ وہاں کے افراد کے تعلق وغیرہ پر جتنی مستند بات ان کی ہو سکتی ہے دوسرے کی نہیں، ان کی کتاب میں یہ بات بطریق اتم نظر آتی ہے اور مختلف مصنفین بالخصوص آزاد منش مصنفین نے مخصوص حالات کے پیش نظر جہاں جہاں ٹھوکر کھائی ان کا خان صاحب نے خوبصورتی سے تعاقب کیا اور مثبت و مسکت جواب دیا۔

الغرض متعدد وجوہات سے یہ کتاب قابل قدر اور لائق مطالعہ ہے۔ ایک مخلص انسان کے قلبی جذبات و احساسات بھی اس کتاب میں شامل ہیں اور تاریخی سچائیاں بھی، عبارت آرائی نہ سہی لیکن حقیقت بیانی ہے اور وہی اصل جوہر ہے۔ خانصاحب اس محنت و کاوش پر لائق صد تحسین ہیں تو ارباب مکتبہ رشیدیہ بھی کہ انہوں نے یہ گوہر گراں مایہ ڈھونڈ کر قوم

گے لئے آراستہ کیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

کتاب مشکل الحدیث وبیانہ (عربی)

تصنیف: الامام الحافظ ابی بکر محمد بن الحسن بن فورک رحمہ اللہ تعالیٰ

قیمت درج نہیں۔

ملنے کا پتہ: دارالکتب العلمیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔

مرحوم حیدرآباد دکن میں دائرۃ المعارف النعمانیہ کے نام سے ایک وقیع علمی ادارہ قائم تھا جس نے قدیم عربی مخطوطات بالخصوص حضرات احناف کثّر اللہ تعالیٰ سوادھم کی بیش قیمت قلمی کتابوں کو جدید انداز سے ایڈٹ کرا کے چھاپا اور علمی طور پر لازوال خدمت کی۔ اسی ادارہ نے پانچویں صدی ہجری کے ایک عظیم المرتبت عالم و محدث حضرت الامام ابی بکر محمد بن الحسن بن فورک رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب طبع کرائی ——— حضرت الامام فقہ و اصول اور کلام و وعظ میں اپنی مثال آپ تھے اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو جلالت علمی اور ورع میں ایک خاص مقام عطا فرمایا تھا۔ بلاد اسلام میں اس مرد مومن نے بے نظیر خدمات انجام دیں اور اس دَور کے فرق باطلہ و مبتدعہ کے متعلق صبر آزما جہاد کیا ———

یہ کتاب متعدد قلمی نسخوں سے اہل علم کی ایک جماعت نے نقل کر کے باہمی مقابلہ کیا اور اس طرح اسے مرتب کر کے چھاپا۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ قرآن عزیز میں جس طرح آیات محکمات کے ساتھ ساتھ متشابہات بھی ہیں جن کے متعلق راسخون فی العلم ہی صحیح کلام کرنے کے مجاز ہوتے ہیں اور وہی ان کی مراد سے صحیح واقف ہو کر ان سے خلق خدا کو روشناس کراتے ہیں ——— اسی طرح قرآن مجید کے شارح اوّل اور مبیّن حضرت محمد عربی علیہ السلام کے کلام کا معاملہ ہے۔ ان کے کلام مبارک میں اس قسم کی روایات آتی ہیں۔ جنہیں "متشابہات" کہنا چاہئے ——— حقیقت شناس اہل علم اس قسم کے مقامات سے بڑی سلامتی سے گذر جاتے ہیں لیکن جو زیغ و کجی کا شکار ہوتے ہیں وہ بظاہر دور کی کوڑی لانے کی فکر کرتے ہیں لیکن اپنی کم علمی اور کم فہمی کی بناء پر خود ہی گمراہی کا شکار نہیں ہوتے دوسروں کو بھی لے ڈوبتے ہیں۔

امام محترم نے اسی قسم کی احادیث مبارکہ پر اتنا شستہ و شگفتہ کلام کیا ہے کہ سعید روحیں اسے پڑھ کر عش عش کر اٹھتی ہیں اور طبائع میں کسی قسم کا زیغ پیدا نہیں ہوتا بلکہ حقائق و معارف کا ایک سمندر متلاطم نظر آتا ہے اور کسی قسم کا اشکال باقی نہیں رہتا ——— یہ نہایت بیش قیمت علمی تحفہ مجاہدین اور اہل علم کی قدیم چھاؤنی اکوڑہ خٹک ضلع پشاور کے جدید الیسن ادارہ دارالکتب العلمیہ نے فوٹو لے کر چھاپا ہے تاکہ ہمارے یہاں کے اہل علم اور طلباء عزیز اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں ——— اس گرانقدر علمی خدمت پر ادارہ کے مالکان کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے ہم دعاگو ہیں کہ ان کے عزائم میں برکت ہو اور اہل علم کو ان سے بھرپور تعاون کی توفیق نصیب ہو۔

سفرنامہ ہند

مولانا محمد یوسف قریشی

قیمت ۱۵ روپے

ملنے کا پتہ: موتمر المصنفین جامعہ اشرفیہ پشاور

۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ عظیم اجتماع کے موقعہ پر اہل پاکستان کے عظیم قافلہ کے ایک انتہائی اہم رکن، پشاور کی قدیم مسجد مہابت خاں کے خطیب، جامعہ اشرفیہ پشاور کے مہتمم اور متعدد کتب کے مصنف و مؤلف مولانا محمد یوسف قریشی کا یہ دلچسپ اور معلوماتی سفرنامہ ہے جو موصوف نے بڑی لگن اور محنت سے مرتب کیا ہے

(باقی ۱۹ پر)

مرسلہ: سید ذوالکفل بخاری جامعہ خیر المدارس ملتان

سرورِ بندگی

نتیجۂ فکر: قائدِ احرار جانشین امیر شریعت حافظ سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہٗ

حقیقت میں سرورِ بندگی پایا نہیں کرتے
جو عشقِ مصطفےٰ سے دل کو گرمایا نہیں کرتے

زباں پر شکوۂ رودادِ غم لایا نہیں کرتے
کہ مخلص آزمائش میں بھی گھبرایا نہیں کرتے

حیا والے وفاداروں سے کترایا نہیں کرتے
جو اُن کا ہو اُسے ہرگز وہ ٹھکرایا نہیں کرتے

وہ زخموں پر رکھیں مرہم، وہی بسمل کو جاں بخشیں
وہ ترسایا نہیں کرتے، وہ تڑپایا نہیں کرتے!

دعاءِ نیم شب آہِ سحرگاہی کا ثمرہ ہے!
کہ اب وہ خواب میں محروم فرمایا نہیں کرتے[1]

"تو یک راگیر و محکم گیر" کس سے دوستی ناداں؟
جو ہرجائی ہو اُس سے دل کو اٹکایا نہیں کرتے

موحّد وہ ہیں جو غیر اللہ کے آگے نہیں جھکتے
وہ پیشانی پر داغِ شرک لگوایا نہیں کرتے

ہزاروں آفتیں سنگِ مزاحم بن کے آتی ہیں
مگر مردانِ حق آگاہ ٹھکرایا نہیں کرتے

وہ توپوں کے دہانوں پر بھی سچی بات کہتے ہیں
کبھی بھی موت کا بھولے سے غم کھایا نہیں کرتے

گدایانِ محمدؐ، سارے عالم سے ہیں مستغنی!
کسی کے سامنے جھولی وہ پھیلایا نہیں کرتے

وہ ہیں سرچشمۂ غیرت، مرقع ہیں وفاؤں کا
کسی سائل کو خالی ہاتھ لوٹایا نہیں کرتے

ادب شرطِ محبت ہے، ادب بنیادِ طاعت ہے
جو محرومِ ادب ہیں کوئی پھل پایا نہیں کرتے

جو عاشق ہیں وہ گستاخی کا یارا ہی نہیں رکھتے
وہ اُن کے در پہ خود جاتے ہیں بلوایا نہیں کرتے

غمِ ہجرِ نبیؐ، عشاق کی فصلِ بہاراں ہے
یہ موسم زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے

خدا کا سایہ اُن پر، اُن کا سایہ اپنی اُمت پر
وہ اپنوں کو کُجا غیروں کو بے سایہ نہیں کرتے

ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ، پھول ہیں اُن کے
اور اُن کے پھول صحرا میں بھی مرجھایا نہیں کرتے

صحابہ سب کے سب پروردۂ دامانِ مرسلؐ ہیں
جو مومن ہیں کسی کو بھی وہ جھٹلایا نہیں کرتے

یہ دنیا سربسر مقصود ہے بس دنیاداروں کی
خدا والے کبھی دنیا کو اپنایا نہیں کرتے

سفر لمبا منزل دوریاں کچھ دیر سستا لے
سرائے کو کبھی گھر جان کر آیا نہیں کرتے

ٹھکانہ گور ہے تیرا عبادت کچھ تو کر غافل؟
کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جایا نہیں کرتے

کبھی تو اپنا سویا بخت بھی جاگے گا اے حافظؔ
سخی داتا ہیں وہ محروم فرمایا نہیں کرتے

---

[1] حضرت بخاری مدظلہٗ حالتِ خواب میں زیارتِ حبیبِ کبریاؐ سے مشرف ہوئے۔